امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۱۵ر محرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲ر جولائی ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-27

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھئے
- علم وفضل میں عورتوں کا مقام
- موجودہ فتنے اور چیلنجز
- نیا قانون بنانے میں جلد بازی......
- اردو زبان کی عالمگیر مقبولیت
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

تجاویز اجلاس مجلس عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

منعقدہ بتاریخ 14 جولائی 2024، بروز اتوار بمقام: مسجد جھیل پیاؤ، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی

14 جولائی 2024 بروز اتوار دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس منعقد ہوا۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صدر بورڈ نے صدارت کی اور بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا محمد فضل الرحیم مجددی نے کاروائی چلائی۔ بورڈ کے نائب صدور حضرت مولانا سید ارشد مدنی، جناب سید سعادت اللہ حسینی، پروفیسر ڈاکٹر سید علی محمد نقوی اور بورڈ کے سکریٹریز مولانا احمد ولی فیصل رحمانی امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ اور مولانا محمد یسین علی عثمانی (بدایوں) بورڈ کے خازن پروفیسر محمد ریاض عمر کے علاوہ صدر جمعیت علماء ہند مولانا سید محمود اسعد مدنی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، سینئر ایڈوکیٹ جناب یوسف حاتم مچھالہ، ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس، ترجمان بورڈ (دہلی)، مولانا عتیق احمد بستوی، ممبر پارلیمنٹ جناب اسدالدین اویسی، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، ایڈوکیٹ ایم آر شمشاد، ڈاکٹر ظہیر آئی قاضی (ممبئی)، محترمہ عطیہ صدیقہ، پروفیسر مونسہ بشریٰ عابدی، محترمہ نگہت پروین خان صاحبہ اور ملک بھر سے کئی اہم شخصیات نے شرکت کی۔ اجلاس میں درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔

1۔ بورڈ کی مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ مسلم مطلقہ کے نفقہ سے متعلق سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ قانون شریعت سے راست متصادم ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ اس بات کا اعادہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق "اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے" لہذا حتی الامکان ازدواجی زندگی کو بنائے رکھنے کے لئے قرآن میں تاکید کی گئی ہے۔ طلاق سے پہلے معاملات کو درست رکھنے سے متعلق بھی قرآن مجید میں ہدایات موجود ہیں۔ لیکن تمام کوششوں کے باوجود ساتھ رہنا دشوار ہو جائے، تو احسن طریقہ سے جدائی ہی ایک معقول اور قابل عمل راستہ رہ جاتا ہے۔ عاملہ کا احساس ہے کہ اگر رشتہ سے نکلنے کو مشکل اور ناقابل عمل بنا دیا جائے تو وہ خواتین کے لئے ہی مسائل پیدا کرے گا۔ کہا یہ جارہا ہے کہ یہ فیصلہ خواتین کے مفاد میں ہے۔ عاملہ یہ واضح کردینا ضروری سمجھتی ہے کہ یہ فیصلہ نہ خواتین کے لئے مفید ہے اور نا ہی قابل عمل بلکہ اس سے اندیشہ ہے کہ ان کی زندگی مزید بدتر ہو جائے گی۔ ویسے بھی انسانی عقل میں یہ بات نہیں آسکتی کہ جب رشتہ ہی باقی نہ رہے، تو مرد پر مطلقہ کی کفالت کی ذمہ داری کیسے آسکتی ہے۔ مجلس عاملہ صدر بورڈ کو مجاز کرتی ہے کہ وہ اس کے تدارک کے لئے جتنی قانونی اور جمہوری ذرائع موجود ہوں ان کو استعمال کرتے ہوئے اسے بدلوانے کی کوشش کریں۔ ہندوستان میں جس طرح ہندوؤں کو اپنے پرسنل لا (ہندو کوڈ لاء) کے مطابق زندگی گذارنے کا حق ہے اسی طرح مسلمانوں کے لئے شریعت اپلیکیشن ایکٹ 1937 موجود ہے۔ ملک کے دستور نے بھی تمام مذہبی اکائیوں کو اپنے مذہب کے مطابق (آرٹیکل 25) زندگی گزرانے کا بنیادی حق فراہم کیا ہے۔

2۔ مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ ہندوستان جیسے کثیر مذہبی اور کثیر ثقافتی ملک کے لئے یونیفارم سول کوڈ بالکل موزوں اور مناسب نہیں ہے، نیز اس طرح کی کوششیں ملک کے دستور کی روح کے بھی منافی ہیں۔ اقلیتوں کو دستور میں جو ضمانتیں دی گئی ہیں، یونیفارم سول کوڈ اس کو ختم کر کے رکھ دے گا؛ اس لئے نہ مرکزی حکومت کو نہ کسی ریاستی حکومت کو یونیفارم سول کوڈ کو نافذ کرنے کی بات کرنی چاہیے۔ یہ مسلمانوں کے لئے ناقابل قبول ہوگا۔

یہ اجلاس اتراکھنڈ اسمبلی سے منظور یونیفارم سول کوڈ کو غلط، غیر ضروری اور دستور ہند میں دی گئی ضمانتوں کے خلاف سمجھتا ہے۔ اتراکھنڈ یو سی سی میں لیون ریلیشن شپ کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے جو نہ صرف اخلاقاً بلکہ مذہباً بھی غلط ہے۔ بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اس قانون کو ہائی کورٹ میں چیلنج کرے گا۔ بورڈ کی لیگل کمیٹی اس کی تیاری کررہی ہے۔

3-اوقاف دینی اور خیراتی مقاصد کے لئے مسلمانوں کے دیئے ہوئے مقدس اثاثے ہیں اور مسلمان ہی اس کے متولی ومنتظم ہوتے ہیں اور وہی اس سے استفادہ کے مستحق بھی ہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اوقاف کی بہت سی اراضی حکومت کے استعمال میں ہے؛ اس لئے اجلاس حکومت سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بازار کی شرح (مارکیٹ ریٹ) کے لحاظ سے ان املاک کا کرایہ ادا کرے اور منشاء وقف اور قانون شریعت کے مطابق اس رقم کو خرچ کرے تاکہ مسلمان اپنے بزرگوں کی محفوظ کی ہوئی اس دولت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اسلام کا تصور یہ ہے کہ جب کوئی چیز وقف کردی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے، مسلمان خود بھی اس کو اپنی خواہش کے مطابق اپنی ذات پر استعمال نہیں کرسکتا، بلکہ اس کو مقررہ مصرف میں ہی استعمال کرنا واجب ہے- یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور ملکی قانون بھی اس کو تسلیم کرتا ہے- چنانچہ آزادی کے پہلے ہی وقف کا قانون بنا، مختلف مواقع پر اس میں ترمیمات ہوتی رہیں، یہاں تک کہ 2013 میں قانون نے آخری شکل اختیار کی۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وقف کے اس قانون پر نیک نیتی کے ساتھ عمل کیا جائے اور وقف بورڈ کو اپنی املاک کے حصول کے لئے عدالتی اختیارات دئے جائیں؛ تاکہ وہ وقف کی املاک پر ناجائز قبضوں کو ہٹاسکیں۔ نیز یہ اجلاس قانون وقف کو منسوخ کرنے کے ہر اقدام کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔

یہ اجلاس اوقاف کے متولیوں سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خود بھی اوقافی جائیدادوں کے استعمال سے بچیں، دوسروں سے بھی ان کو بچائیں اور وقف کی املاک کے سلسلہ میں خاص طور پر اللہ سے ڈریں؛ کیونکہ وقف کی جائیداد پر ناجائز قبضہ اور وقف کرنے والے کی منشاء کے خلاف ذاتی مفاد کے لئے اس کا استعمال بدترین خیانت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ یہ اجلاس یہ بھی واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ہمارے ملک میں تمام مذہبی اکائیوں کے endowment کو قانون کا تحفظ حاصل ہے، یہ رعایت صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں ہے۔

4۔ مجلس عاملہ کا یہ اجلاس وارانسی کی گیان واپی مسجد، متھرا کی شاہی عیدگاہ کے تعلق سے نچلی عدالتوں میں پیدا کئے گئے نئے تنازعات کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اجلاس کا احساس ہے کہ عبادت گاہوں سے متعلق 1991 کے قانون کے ذریعہ ملک کی مقنّنہ نے ہر نئے تنازعہ کا دروازہ بند کردیا تھا۔ اس اجلاس کو اس بات پر شدید تشویش ہے کہ سپریم کورٹ، جس نے بابری مسجد کا فیصلہ دیتے وقت اس قانون کا حوالہ دے کر کہا تھا کہ اس کے ذریعہ ہر نئے تنازعہ کا راستہ بند کردیا گیا ہے، وہی مسلمانوں کی متھرا اور کاشی سے متعلق اپیلوں کو نظر انداز کررہا ہے، اگر ان چور دروازوں کو بند نہیں کیا گیا تو پھر اس بات کا اندیشہ ہے کہ شر پسند قوتیں ملک کے مختلف علاقوں میں نئے نئے فتنے اور تنازعات کھڑے کرتی رہیں گی۔ متھرا کی عیدگاہ سے متعلق 1968 میں کرشنا جنم بھومی ٹرسٹ اور شاہی عیدگاہ ٹرسٹ کے درمیان ایک معاہدہ کے ذریعہ اس تنازعہ کو حل کرلیا گیا تھا- مسلم پرسنل لا بورڈ عدالت عظمیٰ سے یہ حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ ان نئے فتنوں کا دروازہ بند کر کے ملک میں امن وامان اور قانون کی حکمرانی کو یقینی بنائے گا۔

اسی طرح دہلی کی سنہری مسجد کے تعلق سے این ڈی ایم سی نے ٹرافک کا بہانہ بنا کر اس کی شہادت کا جو ناپاک منصوبہ بنایا تھا، سردست عدالت نے اس پر روک لگادی ہے؛ تاہم اجلاس کا احساس ہے کہ سنہری مسجد اور لٹین زون میں دیگر 6 مساجد شر پسندوں کے نشانے پر ہیں، بورڈ یہ واضح کردینا ضروری سمجھتا ہے کہ یہ تمام مساجد اوقاف کی ان 123 جائیدادوں میں شامل ہیں، جن پر عدالت نے اسٹے لگا رکھا ہے- اسی طرح سنہری مسجد اور دیگر مساجد ہیری ٹیج تعمیرات میں بھی شامل ہیں، لہذا ان سے چھیڑ چھاڑ ملک کی تاریخی وراثت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہوگی۔

5- مجلس عاملہ کو اس پر شدید تشویش ہے کہ ملک میں ہجومی تشدد کا سلسلہ رکنے کا نام نہیں لے رہا ہے- پارلیمانی انتخاب کے نتائج نے یہ عندیہ دیا تھا کہ ملک کی عوام نے نفرت وبغض وعناد پر مبنی ایجنڈے پر اپنی شدید ناراضگی کا برملا اظہار کیا ہے- اور یہ توقع بنی تھی کہ شاید یہ ہیجانی دور اب ختم ہو جائے گا- عاملہ سمجھتی ہے کہ اگر ملک میں قانون کی بالادستی کے ساتھ اسی طرح کھلواڑ ہوتا رہا تو ملک میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا ماحول بن جائے گا، اور لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر پولس اور انتظامیہ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ بورڈ مرکزی و ریاستی حکومتوں، پولس وسیکورٹی ایجنسیوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس فتنہ سے سختی سے نمٹیں اور ملک میں قانون کی حکمرانی کو یقینی بنائیں- مجلس عاملہ کو اس بات پر بھی شدید تشویش ہے کہ حزب اختلاف نے اس اہم اور انسانی مسئلہ کی سرکوبی کو اب تک اپنی توجہ کا مرکز نہیں بنایا ہے- (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

اچھی باتیں

"سمندر بڑا ہو کر بھی اپنی حدوں میں رہتا ہے، انسان چھوٹا ہو کر بھی اپنی اوقات بھول جاتا ہے ☆ ایک غلطی کرنے کے بعد جو اسے سدھارتا نہیں وہ اصل میں دوسری غلطی کر رہا ہوتا ہے ☆ پتہ ہے ماچس آج بھی اتنی سستی کیوں ہے؟ اس لیے کہ آگ لگانے والوں کی قیمت کبھی نہیں بڑھتی ☆ لوگوں کے حصے کی خوشی پر حسد نہ کریں آپ نے ان کے حصے کا غم نہیں دیکھا، ☆ کچھ لوگ اپنا اچھا وقت گذارنے کی خاطر دوسروں کی زندگیاں برباد کردیتے ہیں۔ (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

"ضمنی انتخابات میں انڈیا اتحاد کی دس سیٹوں پر جیت سے ملک کے سیاسی رخ کا پتہ چل گیا ہے، روپولی کی سیٹ آزاد امیدوار کے حق میں جانے کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ عوام نے بی جے پی کے ساتھ ان امیدواروں کو بھی سبق سکھایا ہے جو صرف ٹکٹ کے حصول کے لیے پارٹیاں بدل لیتے ہیں اور پارٹی کے ذمہ داران ان کو دلجوئی کے لیے ٹکٹ تھمادیتے ہیں، لطف کی بات یہ ہے کہ حال میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے پارلیامنٹ پہونچنے والے پپو یادو کی حمایت بھی بیما بھارتی کو جتا نہیں سکی اور وہ تیسرے نمبر پر چلی گئیں۔ (واحد متکلم)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

یااللہ! دل بے نور کو پُر نور کردے

''اورہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جنات اورانسان پیدا کئے ہیں، ان کے پاس دل ہیں، لیکن سمجھنے سے محروم، ان کی آنکھیں ہیں، مگر بینائی سے عاری، ان کے کان ہیں، مگر سننے سے قاصر، وہ چوپایہ کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے، درحقیقت یہی لوگ غفلت میں ہیں'' (سورہ اعراف: ۱۷۹)

وضاحت: جولوگ ایمان وہدایت کی دولت سے محروم ہیں حالانکہ ان کو اللہ نے حق کو سمجھنے، حق کی دلیلوں کو دیکھنے اورانہیں سننے کی پوری صلاحیت عطا کی ہے، لیکن وہ قصداً ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان ویقین سے محروم رکھا، یہ محروم رکھنا اللہ کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ خودان کے عمل کی سزا ہے، گویا ان کی مثال بے عقل جانوروں کی سی ہے، لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ جانور شرعی احکام کے مکلّف اور پابندنہیں ہیں، اسلئے آخرت میں انکی پکڑنہیں ہوگی اورانسان کوتو آخرت میں بھی اپنی نافرمانی کی سزا ملے گی، اسلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنات اورانسان پیدا کئے، جن میں انہیں ڈالا جائے گا کیونکہ ان مخلوقات کو سمجھنے کے لئے دل اوردیکھنے کے لئے آنکھیں عطا کیں اور سننے کیلئے کان دیئے، اگروہ ان چیزوں کوصحیح استعمال کرتے تو رشد وہدایت کی راہ پر گامزن ہوتے اور نفع ونقصان تک رسائی حاصل کرلیتے، لیکن ان کا حال یہ ہے کہ نہ وہ قلوب سے بات سمجھتے ہیں، نہ آنکھوں سے کوئی چیز دیکھتے ہیں، درانحالیکہ یہ لوگ نہ پاگل ودیوانے ہوتے ہیں اورنہ ہی اندھے وبہرے ہوتے ہیں بلکہ دنیا کے کاموں میں یہ لوگ ضرورت سے زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن نے کہاصم بکم عمی یعنی بہرے، گونگے ہیں کہ عقل رکھنے کے باوجود بے عقل، بینا ہونے کے باوجود نابینا ہیں جودیکھنا چاہئے تھاوہ نہیں دیکھا، جوسننا چاہئے تھا وہ نہیں سنا، گویاوہ عام حیوانات کی طرح زندگی بسر کی، اس لئے آخر میں فرمایا گیا''اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ'' کہ یہ چوپایوں کی طرح ہیں کہ بدن کے صرف موجودہ ڈھانچہ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، روٹی اور پیٹ ان کے فکر کی معراج ہے، پھر فرمایا''بَلْ هُمْ اَضَلُّ'' بلکہ یہ لوگ جانوروں اورچوپایوں سے بھی گئے گذرے ہیں، بے وقوف ہیں ان پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے، گویا اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی متنبہ کردیا کہ تمہیں ایسے گمراہ لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہئے اوران کیلئے ہدایت کی دعاء کرنی ہے کہ یااللہ ؎

بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے　　　دل بے نور کو پرنور کردے

اولاد کی دینی واخلاقی تربیت پر توجہ دیجئے

''حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ انسان کا اپنے بچے کوادب سکھانا ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرنے سے بہتر ہے'' (ترمذی شریف)

مطلب: بچے کسی بھی قوم کے مستقبل کا سرمایہ ہوتے ہیں، اگران بچوں کی دینی واخلاقی تربیت اسلامی نہج پر کی گئی تو اس سے معاشرہ میں خیروبھلائی کا خوشگوار ماحول پروان چڑھے گا، معاشرہ کا مزاج بھی دینی ہوگا اوراگر بچوں کوزمانہ اورحالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا تو خارجی ماحول اوردین بیزاری کے اثرات سے گھر کا ماحول بھی مکدر ہوگا اور سماج پر بھی اس کے برے اثرات پڑیں گے، غرضیکہ بچوں کی صحیح تربیت کے بغیر کسی بھی معاشرہ کی اصلاح کی فکر لایعنی اور بے سود ثابت ہوگا اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی صحیح تربیت، دین کے مطابق ذہن سازی کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب بچہ بولنے لگےتو اسے کلمہ طیبہ سکھاؤ تاکہ بچہ کے صاف ذہن پر اولین نقش عقیدہ توحید ہو، جب ابتداء سے بچے کی ایسی تربیت ہوگی تو آئندہ بھی اس بات پر یقین رکھے گا کہ اللہ واحد ویکتا ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا والدین کو یہ تاکید کرنا کہ بچہ جب سات سال کا ہوجائے تو نماز کا حکم دواوردس سال کا ہوجائے تو نماز کے ترک کرنے پر سرزنش کرو حالانکہ ابھی غیر مکلّف ہے، اسی طرح ہوشمند ہوجانے پر بستر علاحدہ کردینے کا حکم دینا، یہ ساری باتیں اس لیے ہیں کہ بچہ کا مزاج دینی ہو، وہ دنیا کے کسی بھی ماحول اور شعبے میں رہ کراپنا دینی شناخت باقی رکھ سکے اورکسی بھی حالت میں دین سے سرموانحراف کے بارے میں سوچ بھی نہ کرسکے، دین کے مقابلے میں کسی قسم کی سودابازی اس کے پائے استقامت میں تزلزل نہ پیدا کرسکے، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ اپنے بچوں کوتین باتیں سکھاؤ، اپنے نبی کی محبت اوران کے اہل بیت سے محبت اورقرآن مجید کی تلاوت؛ اس لیے کہ قرآن کریم یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سایہ میں انبیاء کے ساتھ اس دن ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا؛ لہٰذاوالدین کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نونہالوں اور مستقبل کے ستاروں کی صحیح تربیت کرکے خودبھی اورانہیں بھی آخرت کے عذاب اورنار جہنم میں گرنے سے بچائیں جیسا کہ خود اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے:''قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً'' بہرحال اسلامی نقطۂ نظر سے اولاد کی تربیت ضروری ہےاور جب تک والدین اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہیں کریں گے، وہ عنداللہ بری الذمہ نہیں ہوسکتے، اولاد اللہ کی دی ہوئی امانت ہے، یہی والدین کیلئے بڑھاپے کی زندگی کا سہارا بھی بنتی ہیں، لہٰذا انسان کواس عطیہ خداوندی پر شکرادا کرنا چاہئے اوراس کی قدر کرنی چاہئے اوران کی پرورش وپرداخت، تعلیم وتعلم پر خصوصیت سے توجہ دینی چاہئے، اگراس کی تربیت صحیح نہ ہوئی تو گویا امانت میں خیانت کا ارتکاب لازم آئے گا اوراس کوتاہی کی وجہ سے عنداللہ مواخذہ ہوسکتا ہے، اس سلسلہ میں متعدد روایات موجود ہیں کہ والدین کو اولاد کے مستقبل کو روشن وتابناک بنانے پر توجہ دلائی ہے جوکہ ایک فطری عمل بھی ہےاور تقاضائے ایمانی بھی، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

سیلاب میں بہہ کرآنے والے سامان کاحکم

س: سیلاب میں اکثر اوقات درخت، موٹی موٹی لکڑیاں، فرنیچر اورگھریلو قیمتی چیزیں بہہ کرآجاتی ہیں، لوگ ان چیزوں کواپنی جان کی پرواہ کئے بغیر پانی سے نکال لاتے ہیں شرعاً ان چیزوں کا کیاحکم ہے؟ کیاوہ اپنے مصرف میں لا سکتے ہیں؟

ج: سیلاب کے ریلے میں کسی کامملوکہ سامان جو بہہ کرآئے شرعاً وہ لقطہ کے حکم میں ہےاور لقطہ کاحکم یہ ہے کہ اگروہ اتنی معمولی چیز ہے جس کولوگ عام طور پرتلاش نہیں کرتے تو ایسی چیزوں کواستعمال میں لایا جاسکتا ہےاوراگروہ سامان قیمتی ہے جس کوعام طور پرلوگ تلاش کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اس سامان کو بحفاظت رکھا جائے گا اورسامان کی نوعیت کے مطابق اس وقت تک اس کی تشہیر کی جائے گی (اعلان کیا جائے گا) جب تک غالب گمان ہوکہ مالک اب اس کوتلاش نہیں کرے گا، اتنی مدت تک تشہیر کے بعد سامان پانے والا شخص اگرخود غریب (غیر صاحب نصاب) ہوتو وہ اس کواپنے مصرف میں لاسکتا ہےاور اگر مالدار (صاحب نصاب) ہوتو اس پرضروری ہوگا کہ صدقہ کردے، وہ خود استعمال نہیں کرسکتا:''(حطب وجد فی الماء إن له قیمة فلقطة وإلا فحلال لآخذه) کسائر المباحات الاصلیة'' (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۶/۴۴۴)

''ویعرف الملتقط اللقطة فی الاسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه أن صاحبها لایطلبها بعد ذالک هو الصحیح... إن کان الملتقط محتاجاً فله أن یصرف اللقطة إلی نفسه بعد التعریف کذا فی المحیط وإن کان الملتقط غنیا لایصرفها الی نفسه بل یتصدق علی أجنبي أو أبویه أو ولده أو زوجته اذا کانوا فقراء'' (الفتاویٰ الهندیة: ۲/۲۹۱)

البتہ اگراس کے بعدبھی سامان کا مالک اسے تلاش کرتا ہوا آجائے اورصدقہ کونافذ کردے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اوراگروہ سامان کا مطالبہ کرے اورسامان موجود ہوتو سامان اس کے حوالہ کرنا ہوگا اوراگر سامان موجودنہ ہو تو اس کی قیمت دینی ہوگی:''فإن جاء صاحبها فأمضی الصدقة یکون له ثوابها وإن لم یمضها ضمن الملتقط أو المسکین إن شاء لو هلک فی یده، فإن ضمن الملتقط لایرجع علی الفقیر وإن ضمن الفقیر لایرجع علی الملتقط وان کانت اللقطة فی ید الملتقط او المسکین قائمة أخذها منه'' (الفتاویٰ الهندیة: ۲/۲۸۹-۲۹۰)

قرض دینے والے یاامانت رکھنے والے کا پتہ نہ چل سکے

س: ایک شخص نے کسی سے کچھ رقم بطور قرض لی یا کسی نے کسی کے پاس کچھ رقم امانت رکھی پھر بعد میں نہ تو قرض دینے والے کا کچھ پتہ چل سکے اورنہ ہی امانت رکھنے والے کا تو ایسی صورت میں قرض اورامانت کا کیاحکم ہوگا؟ اور آخرت کی پکڑ سے بچنے کی شکل کیا ہوگی؟

ج: صورت مسئولہ میں شخص مذکور (جس کے ذمہ قرض ہے یا جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے) اس پر لازم ہے کہ قرض دینے والے یاامانت رکھنے والے یاان کے ورثا کو ہرممکن طور پرتلاش کرے اوران کی تلاش میں جوبھی ذرائع ممکن ہوں انہیں استعمال کرے، اگروہ شخص یاان کے ورثا میں سے کسی کا علم ہوجائے تو وہ رقم ان کے حوالہ کردے اوراگر مکمل تلاش کے باوجود اس کا یااس کے ورثا میں سے کسی کا کچھ پتہ نہ چل سکے تو اتنی رقم قرض دینے والے یاامانت رکھنے والے کی طرف سے فقراء ومساکین پرصدقہ کردے ایسی صورت میں وہ آخرت میں سبکدوش ہوجائے گا، البتہ اگروہ شخص یا اس کا وارث مل جائے اوروہ اس صدقہ پرراضی ہوجائے تو ٹھیک ورنہ اتنی رقم اس کے حوالہ کرنا لازم ہوگا:''(علیه دیون ومظالم جهل اربابها وأیس) من علیه ذالک (من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله وإن استغرقت جمیع ماله) هذا مذهب أصحابنا لانعلم بینهم خلافا، (و) متی فعل ذالک (سقط عنه المطالبة) من اصحاب الدیون (فی العقبیٰ) الدر المحتار علی صدر رد المحتار: ۶/۴۴۳)

لقطہ کا مال بغیر تشہیر استعمال کرنا

س: ایک شخص کوکسی جگہ موبائل ملا وہ خاموشی سے لے کرنکلا، نہ اعلان کیا، نہ کچھ، اپنے استعمال میں لانا شروع کردیا، شرعاً کیاحکم ہے؟

ج: گری پڑی چیز کواٹھانے کا مقصد اگر مالک تک پہنچانا نہیں بلکہ خود رکھ لینا ہوتو یہ غصب کے حکم میں ہوکر شرعاً ناجائز و حرام ہے:''وفی البدائع وإن اخذها لنفسه حرم لانها کالغصب'' (الدر المختار علی صدر رد المحتار: ۶/۴۳۳) لہٰذا صورت مسئولہ میں شخص مذکور جس کوموبائل ملا اس پر لازم تھا کہ وہ مالک تک پہنچانے کے ارادے سے اٹھاتا اورتشہیر واعلان کے ذریعہ مالک تک رسائی کی ہرممکن کوشش کرتا، پھر اتنے مدت گزر جانے کے بعد جس میں غالب گمان ہوتا کہ اب مالک اس کوتلاش نہیں کرے گا وہ اس کواپنے استعمال میں لاتا بشرطیکہ صاحب نصاب نہ ہو، لیکن جب اس نے تشہیر کے بغیر ہی موبائل اپنے مصرف میں لانا شروع کردیا تو اس کا یہ عمل غصب کے حکم میں ہوکر شرعاً ناجائز وحرام ہوا، اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اورمالک کا پتا لگا کرموبائل اس کے حوالہ کرے:''واما حکم الغصب فله فی الاصل حکمان: احدهما یرجع الی الآخرة والثانی یرجع الی الدنیا، اما الذی یرجع الی الآخرة فهو الاثم واستحقاق المواخذة اذا فعله عن علم لانه معصیة، وارتکاب المعصیة علی سبیل التعمد سبب لاستحقاق المواخذة... واما الذی یرجع الی الدنیا فانواع، بعضها یرجع الی حال قیام المغصوب وبعضها یرجع الی حال هلاکه... أما الذی یرجع الی حال قیامه فهو وجوب رد المغصوب علی الغاصب'' (بدائع الصنائع ۶/۱۳۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 27 مورخہ ۱۵رمحرم الحرام ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۲رجولائی ۲۰۲۴ء روز سوموار

تخلیق انسانی کا مقصد

ہر انسان اپنی ضروریات کے اعتبار سے تگ ودو میں لگا ہوا ہے، اسلام میں چوں کہ رہبانیت نہیں ہے اس لیے جائز حدود وقیود میں کی جانے والی سرگرمی کو بُرا کہنے کا کوئی جواز نہیں ہے، لیکن کیا ہم جن کاموں میں صبح وشام لگے رہتے ہیں اور جن مشاغل میں رات ودن گذار دیتے ہیں، یہی زندگی کا مقصد ہے؟ اگر اسی کو مقصد قرار دیا جائے تو معاشی تگ ودو تو پرندے، چرندے اور جانور بھی کیا کرتے ہیں، بلکہ وہ اس اعتبار سے ہم سے ممتاز ہیں کہ وہ دن بھر کھا پی کر رات کو سو جاتے ہیں، انہیں اللہ کے نظام رزق رسانی پر اتنا اور ایسا اعتماد ہے کہ کل کے لیے وہ کچھ نہیں رکھتے، ان کے گھونسلے اور گھروں میں کل کے لیے کوئی چیز محفوظ نہیں ہوتی، انہیں یقین ہوتا ہے کہ صبح، بھوکے پیٹ ہوگی، لیکن اللہ بھوکے پیٹ سلائے گا نہیں، لیکن انسان میں یہ کیفیت نہیں پائی جاتی وہ برسوں نہیں، کئی پشتوں کے لمبے سامان راحت ومعیشت جمع کرنے کی دھن میں اپنی پوری زندگی گذار دیتا ہے اور مرتے وقت خالی ہاتھ دنیا سے چلا جاتا ہے، اس نے جائز ناجائز طریقے پر جو دولت جمع کی تھی وہ یہیں کی یہیں رہ جاتی ہے، لے بھی کیسے جائے، کفن میں کوئی جیب نہیں ہوا کرتی۔

اسی لیے اللہ رب العزت نے صاف صاف اعلان کیا کہ تمہارا اصل کام معاشی تگ ودو نہیں ہے، یہ کام تو ہم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اگر تم نے تقویٰ کے ساتھ زندگی گذاری تو رزق ہم اس طرح دیں گے جس کا تمہیں وہم وگمان بھی نہیں ہے، اللہ رب العزت نے واضح کر دیا کہ تمہاری تخلیق صرف میں نے اپنی عبادت کے لیے کی ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گیے ہو، اس کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے سارے کام کے ساتھ مقصد تخلیق کو نہ بھولیں، ہر حال میں اللہ کی عبادت اور فکر آخرت کو زندگی کا اصل کام سمجھیں۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیے، موبائل آج کل ہر کس وناکس کے ہاتھ میں ہے، موبائل والے نے اللہ کی عطا کردہ عقل وخرد کا استعمال کر کے قسم قسم کے موبائل ایجاد کئے، دن بدن اس کے فنکشن اور قوت کار میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، ایک موبائل اپنے اندر پوری دنیا رکھے ہوا ہے، آپ اس کی ساری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، لیکن آپ دوسرے کوئی بھی کام موبائل پر کر رہے ہوتے ہیں، کوئی مضمون کمپوز کر رہے ہیں، کسی کو اس ام اس (پیغام) بھیج رہے ہیں، کوئی ویڈیو دیکھ رہے ہیں، کلکولیٹر پر حساب کر رہے ہیں، جیسے ہی فون آیا آپ دیکھیں گے کہ موبائل کی وہ صلاحیت وقتی طور پر رک جاتی ہے؛ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ موبائل کا اصل کام فون کرنا اور ریسیو کرنا ہے، دوسرے سارے کام وقتی اور ضرورت کے اعتبار سے ہیں۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ بے جان موبائل تو اس طرح اپنے مقصد تخلیق کا خیال رکھے اور ہم انسان جو اللہ کی سب سے بہتر مخلوق ہیں، صورتاً اور سیرتاً بھی، اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مکرم بنایا وہ اس حقیقت سے غافل رہے اور بھول جائے کہ اللہ نے اسے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور وہی اس کا اصل کام ہے، اگر انسان اس بات کو سمجھ لے تو وہ سارے کام اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضیات کے مطابق کرنا شروع کر دے گا اور بازار کی رونق، دوکان کی چکا چوند اور گاہکوں کی بھیڑ اسے اذان کے بعد مسجد جانے سے نہیں روکے گی، اسے پورے طور پر اس کا خیال رہے گا کہ جب اذان ہو جاتی ہے تو سارے دروازے چاہے وہ گھر کے ہوں یا دوکان کے، بند ہو جاتے ہیں اور صرف ایک دروازہ کھلا رہتا ہے اور وہ ہے مسجد کا دروازہ۔ وہ دروازہ جہاں سے بندہ کبھی مایوس نہیں لوٹتا، آرزوئیں، تمنائیں، مرادیں لے کر جاتا ہے، اور جھولی بھر کر واپس آتا ہے، اللہ نے خود ہی اعلان کر رکھا ہے، مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا، میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہوں، تمہاری ضرورتوں کے بارے میں ہم سے زیادہ کون جان سکتا ہے، بندہ کی اس سپردگی کے نتیجے میں وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اللہ بندے کا اور اللہ جس کا ہو جائے اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔

تیسری مدت کار- کچھ نہیں بدلا؟

مودی تیسری بار وزیر اعظم کی کرسی پر براجمان ہو گیے ہیں، ان کی اپنی پارٹی چار سو (400) کیا پار کرتی، ڈھائی سو (250) تک بھی نہیں پہونچ سکی، این ڈی اے کی حلیف جماعتوں نے مل کر انہیں اقتدار تک پہونچا دیا، حلف لینے سے قبل ہی ان کے تیور بتا رہے تھے کہ عوام نے جو بھی رائے دی ہو، لیکن ان کے رویہ میں کوئی تبدیلی آنے والی نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے اسپیکر کے ذریعہ پارلیامنٹ میں ایمرجنسی کے مسئلہ پر اسپیکر اور صدر جمہوریہ کے ذریعہ کانگریس کو مطعون کرایا، دو منٹ کی خاموشی کی روایت بھی باقی رکھی، تاکہ عوام جو بات بھول چکی ہے اور پچاس سال اس پر گذر چکے ہیں، اسے زندہ کیا جائے، اور بتایا جائے کہ قانون کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والی پارٹی نے ایمرجنسی لگا کر کس طرح قانون کا گلہ گھونٹا تھا، مودی جی نے اتنے پر ہی بس نہیں کیا بلکہ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ ہر سال یوم قتل دستور (سنویدھان ہتھیا دیوس) منایا جائے گا، مودی جی بھاجپا لیڈروں کی جانب سے دستور بدلے جانے کی بات کہنے کا توڑ کرنا چاہتے ہیں، سبھی جانتے ہیں کہ یہ ایک سیاسی اسٹینڈ بنایا گیا ہے، اور عوام سیاسی اسٹینڈ اور ہتھکنڈوں کو اب سمجھنے لگی ہے، اس لیے ہندوستانی عوام پر اس تجویز کا کوئی اثر نہیں ہوا، اس طرح دیکھیں تو سوائے پارلیامنٹ کے رکارڈ کے اس کا کوئی فائدہ حکمراں جماعت کو بھی نہیں ملا؛ بلکہ عوام تو اس سوال کا جواب چاہتی ہے کہ مودی جی نے جو غیر اعلانیہ ایمرجنسی لگا رکھی ہے کیا یہ دستور ہند کا قتل نہیں ہے، اور کیا اس سے ہندوستان کے جمہوری نظام کو دھکہ نہیں لگ رہا ہے اور کیا ان کے رویہ سے آمریت کی بو نہیں آتی ہے؟

اوم برلا اسپیکر کے عہدہ پر ہیں، انہیں غیر جانبدار ہونا چاہیے، لیکن وہ سارا کچھ حکمراں طبقہ کے لیے کر رہے ہیں، پارلیامنٹ میں پہلے بھی حزب اختلاف کی آواز کو دبانے کے لیے ان کے مائیک بند کر دیے جاتے رہے ہیں، اس بار بھی پارلیامنٹ کے پہلے اجلاس سے ہی سابقہ رویہ دہرایا جانے لگا ہے، حزب اختلاف کے لیڈر راہل گاندھی نے جب نیٹ پیپر لیک معاملہ پر بات کرنی چاہی تو ان کا مائیک بند کر دیا گیا، حالاں کہ یہ انتہائی سنجیدہ معاملہ تھا، مودی جی کے دوسرے دور اقتدار میں پینسٹھ (65) بار پرچہ لیک ہو چکا ہے، اور گذشتہ دس سالوں میں ستر مقابلہ جاتی بحالی امتحان کے پرچے آؤٹ ہو چکے ہیں، اور اب یہ معاملہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے، ساری درخواستیں اس قضیہ کی یہاں طلب کر لی گئی ہیں، اوم برلا کا یہ کہنا کہ مائیک کا بٹن میرے پاس نہیں ہوتا کافی نہیں ہے، انہیں یہ بھی بتانا چاہیے تھا کہ اگر ان کے پاس نہیں ہوتا تو کس کے پاس ہوتا ہے؟ اور کس کے حکم اور اشارے سے مائیک بند کر دیا جاتا ہے، جمہوریت میں آواز دبانے کا یہ عمل آمریت کی طرف لے جانے والا ہے، اسپیکر کو اس حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ یہ عمل ایمرجنسی ہی کی طرح ہے، ہم اسے غیر اعلانیہ ایمرجنسی کہہ سکتے ہیں، اور صرف یہ عمل ہی کیا، مودی جی کا گذشتہ پانچ سالوں میں جو رویہ رہا ہے وہ سب غیر اعلانیہ ایمرجنسی ہی کی طرح رہا ہے۔

اصل میں اس بار مودی جی نفسیاتی طور پر احساس کمتری میں مبتلا ہیں، اور یہ احساس کم تری عوام کی سمجھ میں نہیں آئے، اس کے لیے کمزور حکومت میں برتری کا رعب جما رہے یں، اور عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں بدلا ہے، اب بھی ہم جو چاہیں گے وہیں ہوگا اور ہمیں اس کی بھی پرواہ نہیں کہ ہماری حلیف جماعتیں کیا سوچتی ہیں اور وہ کس قدر ہمارا ساتھ دے سکتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی حکومت حلیف جماعتوں کے بل پر ہی ٹکی ہوئی ہے، اگر ان کا یہی رویہ رہا تو این ڈی اے بکھر جائے گی اور بیساکھی پر ٹکی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا، بی جے پی اور مودی جی کو ابھی یہ بات نہیں سمجھ میں آ رہی ہے، وقت انہیں جلد سمجھا دے گا، اور عوام کی جانب سے سمجھانے کا یہ عمل ریاستی ضمنی انتخاب سے شروع ہو چکا ہے، جس میں تیرہ سیٹوں میں سے صرف دو سیٹ اس کے قبضہ میں اور خالص ہندو مذہبی علاقہ بدری ناتھ اتراکھنڈ میں بھی اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا، اجودھیا کے بعد یہ بی جے پی کی دوسری بڑی ہار ہے، اور انڈیا اتحاد نے دس نشستوں پر قبضہ جما کر یہ بتا دیا کہ ان میں دم ہے اور عوام کے رخ کو اپنی طرف کرنے میں وہ کامیاب ہیں۔

امریکی صدر اور امیدوار پر حملے کی روایت

امریکہ میں آئے دن گولی باری کے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور کوئی بھی سرپھرا کسی مارکیٹ میں اور کہیں بھی گھس کر بے گناہوں کو قتل کر کے چلتا بنتا ہے، وہاں بندوق کا حاصل کرنا دوسری چیزوں کی طرح آسان ہے اور بندوق رکھنا فرد کی آزادی کے ذیل میں آتا ہے اس لیے اس پر کوئی قانونی قدغن اور پابندی نہیں ہے، جب بھی کوئی واقعہ ہوتا ہے تو بحث چلتی ہے اور پھر جلد ہی فرد کی آزادی کے حوالہ سے یہ سلسلہ رک جاتا ہے۔

تازہ واقعہ سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ پر حملے کا ہے، ان پر ایک انتخابی جلسہ میں اونچی عمارت سے گولی چلائی گئی جو ان کے کان کو چھوتی ہوئی گذر گئی ان کے محافظوں نے انہیں جلدی سے نیچے کر دیا، اور وہ بال بال بچ گیے، چار سکنڈ میں ایک سو بیس میٹر کی دوری سے ان پر آٹھ گولیا چلائی گئیں، لیکن صرف پچھتر سکنڈ میں ٹرمپ نے اپنے ہوش وحواس اکھٹے کیے اور حامیوں کو مکا دکھا کر یہ بتانے کی کوشش کی کہ وہ گھبرائے ہوئے نہیں ہیں اور یہ کہ ان کے اندر مقابلے کی قوت ہے۔

حملہ آور کی شناخت تھامس کرک کے طور پر کی گئی ہے وہ پن سلوینیا کے بیتھل پارک کا رہنے والا ہے، وہ ٹرمپ کی ری پبلک پارٹی کا رجسٹرڈ ووٹر ہے، اور پارٹی کو چندہ بھی دیتا رہا ہے، اس کی عمر صرف بیس سال ہے۔

وہ امریکہ کے موجودہ صدر جو بائیڈن کے خلاف صدارتی انتخاب میں مضبوط امیدوار کے طور پر ابھرے ہیں اور عوامی مباحثہ میں ٹرمپ ان پر بھاری پڑے تھے، جس کی وجہ سے جو بائیڈن پر امیدواری واپس لینے کا دباؤ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے، گولی باری کرنے والے دو میں سے ایک کو کسی نے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور ایک پولیس کی گرفت میں آیا، جان بچانے کے لیے گولی چلنے کے بعد جلسہ میں افراتفری مچ گئی، کئی لوگ زمین پر لیٹے نظر آئے، پوری دنیا میں اس واقعہ کی مذمت کی گئی، خود جو بائیڈن اور بھارت کے وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی اس حملے کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ جمہوریت میں تشدد کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس واقعہ نے امریکہ کے حفاظتی انتظامات پر بھی سوالیہ نشان کھڑا کر دیا ہے اور پوری دنیا میں مضبوط نظام تحفظ کی ایسی کرکری ہوئی ہے کہ اس کے ذمہ دار کے لیے اسے برداشت کر جانا آسان نہیں ہے، چنانچہ جانچ شروع کر دی ہے، اور حفاظتی نظام کے ذمہ دار کو سمن بھیجا گیا ہے کہ وہ اس حادثے کی وجوہات بتائیں۔

امریکہ میں صدارتی امیدوار پر حملے کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے، اسکے قبل صدارتی امیدوار رابرٹ ایف کینڈی کو ۱۹۶۸ء میں کیلی فورنیا کے لاس انجیلس واقع ایمبیسڈر ہوٹل میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا، قاتل سرہن تھا، جسے عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

ٹرمپ کی طرح کئی خوش قسمت صدر حملہ میں بال بال بچ گیے، امریکہ کے بتیسویں صدر فرنک لین ڈی روز ویلٹ ۱۹۳۳ء میں ہری ایس ٹومین، ۱۹۵۰ء میں اڑتیسویں صدر گورالڈ فورڈ ۱۹۷۵ء میں رونالڈ ریگن پر ۱۹۸۱ء میں، اور جارج ڈبلو بش پر ۲۰۰۵ء میں حملے ہوئے اور وہ بچ گیے۔

لیکن ان لوگوں کی طرح بعض امریکی صدر خوش قسمت نہیں ثابت ہوئے اور انہیں حملوں میں جان سے ہاتھ دھونا پڑا، ان میں پہلا نام ابراہم لنکن کا آتا ہے، وہ امریکہ کے پہلے صدر تھے، انہیں جان واٹکس بوتھ نے ۱۴راپریل ۱۹۶۵ء کو گولی مار کر قتل کر دیا تھا، بعد میں قاتل کو بھی جب وہ گرین کے ایک کھیت میں چھپا ہوا تھا ۲۶راپریل ۱۹۶۵ء کو صرف بارہ روز کے بعد گولی مار دی گئی تھی۔

یہ سلسلہ یہیں پر رکا نہیں بلکہ امریکہ کے دوسرے صدر ایمس گارفیلڈ کو اقتدار سنبھالنے کے صرف چھ ماہ بعد قتل کر دیا گیا، وہ واشنگٹن ڈی سی کے بلمار اسٹیشن پر نیو انگلینڈ جانے کے لیے ٹرین کا انتظار کر رہے تھے کہ ۲رجولائی ۱۹۸۱ء میں ان پر جان لیوا حملہ ہوا، یہ حملہ ''چارلس گیتے او'' نامی شخص نے کیا تھا، ۱۹۸۲ء میں اس حملہ کی وجہ سے قاتل کو سزائے موت دی گئی۔

اس فہرست میں ویلیم میکنلے بھی شامل ہیں، جنہیں نیویارک کے بفیلو میں بہت قریب سے دو گولی ان کے سینے پر ماری گئی، جس کی وجہ سے ستمبر ۱۹۰۱ء کو ان کی موت ہو گئی، ان کا قاتل ایک اٹھائیس سالہ لیون ایف تھا، جسے ۲۹راکتوبر ۱۹۰۱ء کو کرنٹ کے ذریعہ سزائے موت دی گئی۔

حملہ میں مرنے والے اب تک کے آخری صدر جان ایف کینڈی ہیں، جو امریکہ کے پینتیسویں صدر تھے، ۱۹۶۳ء میں ان کا قتل ہوا، قاتل لی ہاروے اوسوالڈ تھا، صرف دو دن بعد جیل لے جاتے وقت اس کو بھی کسی نے گولی مار دی اور یہ قصہ تمام ہو گیا۔

ظاہر ہے امریکہ میں یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے، پوری دنیا کو اسلحے کی سپلائی اور مختلف ملکوں میں تشدد بھڑکانے والا یہ ملک خود اپنی آگ میں جلتا رہا، ''چاہ کن را چاہ در پیش'' اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے، ''جس کرنی تس بھوگ'' کا محاورہ بھی لوگ استعمال کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

بقلم: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا عبدالمتین رحمانیؒ

جامعہ رحیمیہ مہدیان اور جامعہ رحمانی مونگیر کے سابق استاد، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کھیڑا گڑھیا نرپت گنج ارریہ کے بانی وناظم مولانا عبدالمتین رحمانی بن عبدالحکیم بن شیخ رَدُو دی بن محمد اعظم بن محمد گلاب کا ۲۹/ جون ۲۰۲۴ء مطابق ۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ بروز سنیچر بوقت دس بجے دن صفدر جنگ اسپتال دہلی میں انتقال ہوگیا، وہ کئی سالوں سے کڈنی کے مریض تھے، لیکن انتقال عارضہ قلب سے ہوا، جنازہ دہلی سے ان کے آبائی گاؤں کھیڑا گڑھیا لایا گیا اور ۳۰/ جون ۲۴ء کو ڈھائی بجے دن میں ان کے چھوٹے صاحب زادہ مبین احمد نے جنازہ کی نماز پڑھائی محتاط اندازہ کے مطابق پانچ ہزار لوگ جنازہ میں شریک ہوئے، کئی لوگ تعداد دس ہزار تک بتاتے ہیں، تدفین مقامی قبرستان میں ہوئی، پس ماندگان میں اہلیہ چھ لڑکا اور دو لڑکی کو چھوڑا، دو لڑکے، دو لڑکی کی شادی ہوگئی ہے، بقیہ ابھی ناکتخدا ہیں۔

مولانا مرحوم کی ولادت آبائی گاؤں کھیڑا گڑھیا، نرپت گنج، ضلع ارریہ میں، ۳/ مئی ۱۹۶۵ء کو ہوئی، ان کی نانی ہال اور سسرال بھی اسی گاؤں میں تھی، نانا شیخ پُت علی بن شیخ انور اور خسر حاجی محسن بن محمد مقصود عرف شیخ پلٹو تھے، ابتدائی تعلیم مدرسہ پھلہا جوگبنی میں پائی، ۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۵ء تک وہ جامعہ رحمانی مونگیر کے طالب رہے اور عربی ششم تک کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد ۱۹۸۵ء میں دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور ۱۹۸۷ء میں فراغت یہیں سے حاصل کی، تدریسی زندگی کا آغاز جامعہ رحیمیہ مہدیان دہلی سے کیا، ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۱ء تک یہاں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر جامعہ رحمانی مونگیر میں تقرری عمل میں آئی اس طرح مادر علمی میں تدریسی خدمات انجام دینے کا موقع ہاتھ آیا، چنانچہ ۱۹۹۱ء سے ۲۰۰۱ء تک یہاں مقیم رہ کر تشنگان علوم کی آبیاری کرتے رہے، ۲۰۰۱ء میں انہوں نے اپنے گاؤں گڑھیا میں ہی ایک مدرسہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے نام سے قائم کیا اور پھر آخری سانس تک اس ادارہ کو پروان چڑھانے میں اپنی توانائی صرف کی۔

مولانا عبدالمتین رحمانی انتہائی خلیق، ملنسار، متواضع اور بے ضرر انسان تھے، ہونٹوں پر سدابہار مسکراہٹ اس طرح چپک گئی تھی کہ کبھی جدا نہیں ہوتی، وہ ظریف الطبع تھے، بات بات میں کوئی نہ کوئی ایسا نکتہ بیان کر جاتے کہ محفل زعفران زار بن جاتی، سیرت النبی پر ان کی گفتگو اور تقریر زبردست ہوا کرتی تھی، ان کا شمار علاقہ کے نامور مقرر میں تھا، مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانیؒ بانی جامعۃ الامام قاسم مدھوبنی سوپول ان کے ان کے ابتدائی تعلیم کے درسی ساتھی تھے، عرصہ تک وہ دہلی جاتے تو ان کے دفتر میں قیام کرتے اور ان کی ضیافت کی تعریف کرتے نہیں تھکتے، دونوں میں بے تکلفی تھی، مجلس میں بیٹھ جاتے تو ہر طرح کی باتیں ہوتیں، کسی کی ضیافت کی تعریف کرنی ہوتی تو کہتے کہ کیا باسمتی چاول کھلایا ہے، میرے اور مولانا کے تعلقات کا آغاز مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانیؒ کے واسطے سے ہی ہوا تھا، آخری چند سالوں میں جب علاج کی غرض سے پٹنہ آمد ورفت زیادہ ہونے لگی تو قیام امارت شرعیہ میں ہی ہوتا تھا، ڈاکٹر کے یہاں جانے کے وقت تک میرے پاس ہی بیٹھے رہتے اور دنیا جہان کی باتیں کرتے، وہ کڈنی کے مریض ہوگیے تھے اور پٹنہ کے کسی معالج کا علاج چل رہا تھا۔ تکلیف میں رہتے لیکن زبان پر کلمات شکر ہی ہوا کرتے۔

آج کے سیاسی ہتھکنڈوں پر بڑا بلیغ تبصرہ کرتے، کہتے کہ اب لوگ جیل میں رہ کر بھی انتخاب جیت جاتے ہیں، میں سوچتا ہوں کہ میں بھی انتخاب میں کھڑا ہو جاؤں اور پھر جیل کی یاترا کروں، وہاں سے اپنی خون سے لکھی ایک تحریر رائے دہندگان میں بھیج دوں پھر تو میری جیت پکی ہوگی، صرف آپ لوگ ساتھ دینے کا وعدہ کیجئے، میں کہتا کہ آپ کا خون ہمارے لیے آپ کی امیدواری اور جیت سے زیادہ اہم اور قیمتی ہے، اس لیے میں تو کم از تائید نہیں کروں گا، کھلکھلا کر ہنستے اور کہتے کہ ''جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے''۔

ان کے گاؤں گڑھیا سے متعلق ایک اور یاد باہر آنے کو بے چین ہے، امارت شرعیہ کے وفد کا پروگرام ان کے گاؤں میں تھا، پروگرام میں ناشتہ بھی شامل تھا، قیادت میری ہی تھی، اس گاؤں میں گیا تو معلوم ہوا کہ گاؤں منصوبہ بند انداز میں مردوں سے خالی ہے، کوئی استقبال کے لیے موجود نہیں ہے، ناشتہ کو کون پوچھتا، وہ تو اچھا ہوا کہ مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ کے والد انیس الرحمٰن صاحب نے جہاں رات کا قیام تھا وہیں زبردستی کرا دیا تھا، ورنہ اس دن آنتوں کے قل ھو اللہ سے الحمد للہ تک پہونچنے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا، کس کی وجہ سے ایسا ہوا، اور کس نے یہ سازش کی، مجھے معلوم ہے، لیکن بتاؤں گا نہیں، چنانچہ بڑی جلدی میں ہم نے فیصلہ کیا کہ دن کا یہ پروگرام کہیں اور منتقل کیا جائے، چنانچہ اللہ رحم کرے مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانیؒ پر انہوں نے اپنی غیر موجودگی میں اپنے رفقاء کو فون پر آمادہ کیا اور دو گھنٹے کے اندر ان کے مدرسہ جامعۃ الامام قاسم مدھوبنی سوپول میں شاندار اجلاس ہوا، یاد آتا ہے کہ اس اجلاس میں مولانا صبغۃ اللہ رحمانی بھی شریک ہوئے تھے، جو ان دنوں جامعہ رحمانی مونگیر کے ناظم ہوا کرتے تھے، اس واقعہ کا جب بھی میں مولانا سے تذکرہ کرتا تو وہ جھینپ جاتے اور کہتے کہ کیا کیجئے گا، کچھ لوگوں نے ورغلا دیا تھا، اس لیے ایسا ہوا، ورنہ واقعہ یہی ہے کہ ہمارا پورا گاؤں اماراتی ہے، رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

مولانا دیکھنے میں بہت سادے تھے، لیکن معمولات کے پکے تھے، سورۃ رحمٰن، سورۃ یٰسین، سورۃ مزمل کی تلاوت اور اسماء الحسنیٰ کا ورد وہ بہت پابندی سے کیا کرتے تھے، سفر وحضر میں ان کا یہ معمول قضا نہیں ہوتا تھا، مولانا معاشی طور پر بہت مضبوط نہیں تھے، مدرسہ کی ذمہ داری اس پر مستزاد، لیکن وہ کبھی بھی اپنی پریشانی دوسروں سے ذکر نہیں کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ پریشانی کا ذکر دوسرے کے سامنے کرنے سے آدمی ہلکا ہو جاتا ہے، اور فائدہ کچھ نہیں ہوتا، کیوں کہ جب تک سانس رہتی ہے کوئی کاندھا نہیں دیتا۔ مولانا کے دنیا سے چلے جانے کا غم میرا ذاتی غم ہے، مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس علاقہ میں ذاتی طور پر مجھ سے محبت کرنے والا کوئی باقی نہیں ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین یارب العالمین۔

کتابوں کی دنیا

بقلم: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

علم وفضل کے کوہ طور - مفتی قاضی قاسمی عبدالشکور

مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی کو اس کے عہد زریں میں جو نامور اساتذہ ملے ان میں ایک نام مولانا مفتی عبدالشکور قاسمی کا تھا، وہ علم وفضل کے کوہ طور تھے، فراغت کے بعد انہوں نے مدرسہ اسلامیہ ہلدی پوکھر سنگھ بھوم، مدرسہ نور الاسلام چھتون دربھنگہ، دارالعلوم سبیل السلام حیدرآباد اور مدرسہ اسلامیہ بتیا میں برسوں پڑھایا تھا، اس لیے ان کے اندر تدریس کی اچھی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی، اور ان کا شمار اچھے استاذ میں ہوا کرتا تھا، وہ مشکل سے مشکل اور ادق عبارتوں کو آسان زبان اور مثالوں سے سمجھانے پر قادر تھے، انہوں نے کتاب سازی کا کام تو نہیں کیا، لیکن رجال سازی میں انہوں نے اپنی بھرپور حصہ داری نبھائی، جن دنوں میں مدرسہ احمدیہ ابابکر پور میں استاذ ہوا کرتا تھا، اس زمانہ میں وہ ناظم دار الاقامہ ہوا کرتے تھے، مولانا رئیس اعظم مرحوم کے انتقال کے بعد انجمن مصلح الطلباء کا نگراں وذمہ دار بھی انہیں ہی بنا دیا گیا تھا، دور مولانا رئیس الاعظم کا رہا ہو یا خود ان کا وہ لڑکوں کو تقریر لکھ لکھ کر دیتے، یاد کرواتے اور پھر انجمن میں اس کی عملی مشق کراتے، یہی حال نعت خوانی کی تربیت کا تھا، خوش گلو لڑکوں کا انتخاب کرتے، کوئی اچھی سی نعت یا نظم انہیں دیتے اور پھر اسے انجمن میں سنوا دیتے، اس تربیت میں وہ تربیت میں وہ طلبہ کی متن خوانی اور نعت خواں کے لہجے، اتار چڑھاؤ، زیر وبم، وقف ووصل، صحت الفاظ ومخارج پر گہری نظر رکھتے، اگر کہیں غلطی ہو رہی ہو تو بار بار پڑھ کر گنگنا کر اس کی تصحیح کرتے، اس دور کے پڑھنے والوں میں ان کی یادگار کے طور پر کئی مقرر اور نعت خواں اب بھی موجود ہیں، بعض ان کی محنت کا اقرار کرتے ہیں اور بعض اقرار سے کتراتے ہیں، اصل میں تلبیس وتدلیس کا سلسلہ آج سے نہیں زمانہ دراز سے چلا آرہا ہے۔

میری پہلی کتاب فضلائے دارالعلوم اور ان کی قرآنی خدمات عربی ششم کے سال ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی تھی، اس کے مقدمہ میں حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری نے لکھا تھا کہ علماء دیوبند اپنی عبقریت وعظمت کے لحاظ سے جتنا کچھ لکھ سکتے تھے، نہیں لکھ پائے، انہوں نے رجال سازی پر توجہ مرکوز رکھی اور بڑے بڑے علماء، محدث، مفسر وغیرہ پیدا کیے۔

مولانا مفتی عبدالشکور بھی قاسمی تھے، اکابر علماء، واساتذہ کے خوشہ چیں تھے، اس وجہ سے فطری طور پر ان کا رجحان تصنیف وتالیف کا نہیں تھا، لیکن ان کی صلاحیت ہر فن پر کتابیں لکھنے کی تھی، اپنی مخصوص افتاد طبع کی وجہ سے وہ اس میدان میں آگے نہیں بڑھ سکے، لیکن کتنوں کے اندر لکھنے پڑھنے کا شوق پیدا کیا، وہ علمی کاموں میں معاونت کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے اور معاونت دل سے کرتے تھے، دوسروں کی طرح بیگاری ٹالنے کا مزاج ان کا نہیں تھا، دوسری مجبوری یہ بھی تھی کہ تصنیف وتالیف کے لیے جو یکسوئی ہونی چاہیے تھی وہ فکر معاشی اور معاشی تنگی کی وجہ سے موجود نہیں تھی، اس لیے بھی وہ اس طرف توجہ نہیں دے سکے۔

اس کے باوجود ان کی تحریری باقیات اور افادات کو جمع کیا جائے تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے، لیکن یہ کام پتہ ماری اور سوز جگر کے بغیر ممکن نہیں اور اب صورت حال یہ ہے کہ ''کون ہوتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق''، مولانا کی شعری کائنات کو ہی مجموعہ کی شکل دیدی جائے تو کئی شاعر متشاعر کے مقابلے کم وکیف میں کہیں زیادہ نکلے گا، اس کو جمع کرنا، ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالنا اور اسے زیور طبع سے آراستہ کرنا ان کے لیے بہترین خراج عقیدت ہوگا، ان کی لکھی ہوئی منتشر تقریریں، ان کے فتاوے سب کو جمع کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ مرور زمانہ سے تلف ہو کر نہ رہ جائیں۔ قاضی کی حیثیت سے ان کی خدمات، ان کی فتویٰ نویسی کی خصوصیات ان کے اہم فتاووں کی روشنی میں سب پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

باقی رہے احوال وکوائف، سوانحی خاکے، اوصاف وکمالات، اجمالی آثار وخدمات تو اس کو بہت اچھے انداز میں مولانا قمر عالم ندوی استاذ مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی نے مختلف قلم کاروں کے مضامین کے ذریعہ جمع کر دیا ہے اس مجموعہ میں بڑوں کے مضامین بھی ہیں اور اولاد واحفاد کے بھی، شاگرد اور معاصرین کے بھی ہیں اور احباب ومتعلقین کے بھی، سب کے لکھنے کا اپنا اپنا انداز اور الگ الگ نظریہ ہے، جس کی نظر میں جو چیز اہم تھی اس کا ذکر اس نے اپنے مضمون میں کر دیا ہے، اس طرح یہ مجموعہ کہکشاں اور قوس وقزح کی طرح ہے، جس کا ہر رنگ دل کو بھاتا اور آنکھوں کو سرور بخشتا ہے، اس قسم کے مجموعے میں تکرار فطری چیز ہے، کئی قلم کار کی نگاہ ایک خاص نقطہ پر مرکوز ہوگئی، ایسے میں تکرار تو ہوگا ہی، بعض مضامین دوسرے مضامین کو سامنے رکھ کر لکھے گیے، اس کی وجہ سے بھی کئی مضامین میں تکرار کا احساس ہوتا ہے، یہ معاملہ چند ہی مضامین کا ہے، یہ کمی مرتب کی نہیں لکھنے والوں کی ہے، باقی سارے مضامین اچھے اور معلوماتی ہیں، جو بڑی محنت سے لکھے گیے ہیں۔ اس مبارک سلسلے کا آغاز میں نے ہی کیا تھا، ۲۹/ اگست ۲۰۲۱ء کو مفتی صاحب کا انتقال پر ملال ہوا تھا اور میں نے ان کے سوانحی خاکے اور خدمات پر مشتمل ایک مضمون فوری لکھا تھا جو مختلف اخبارات کے ساتھ نقیب کے شمارہ نمبر ۳۶، جلد نمبر ۱۷/۶۱ میں ۶/ ستمبر ۲۰۲۱ء کو شائع ہوا تھا۔

مولانا قمر عالم ندوی کا پسندیدہ موضوع شخصیات ہے، چنانچہ اس حوالہ سے کئی کتابیں ان کی منظر عام پر آچکی ہیں اور کئی آنا چاہتی ہیں، میں مفتی عبدالشکور قاسمی رحمہ اللہ پر لکھے گیے، ان مضامین کو لکھوانے، سلیقہ سے مرتب کرنے اور اس کی اشاعت کے لیے انہیں مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی مقبول ہوگی، اور ان کا تصنیفی وتالیفی شغل یوں ہی جاری رہے گا، ان کے پاس حوصلہ بھی ہے اور قوت عمل بھی، انہیں چھپوانے کے طور طریقے بھی معلوم ہیں، یہ سب کسی ایک شخص میں جمع ہو جائے تو کام رکتا نہیں، چلتا ہی رہتا ہے، اس لیے اس توقع کو بے جا نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ابھی اور آگے بڑھیں گے، اور بڑھتے چلے جائیں گے، یہ امید بھی ہے اور خالق کائنات سے التجا بھی۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

کچھ دیر اللہ والوں کی محفل میں

علمائے ربانی یادالٰہی میں مستغرق اور محبت الٰہی میں سرشار ہوتے ہیں، ان کا دل نورالٰہی سے مجلی اور صدق واخلاص بے مثال ہوتی ہے اوران کا تذکرہ بڑا ہی کیف آور ہوتا ہے، جس کے پڑھنے سے ایمانی حرارت تازگی وتابنا کی پیدا ہوتی ہے، اسی مقصد کے تحت یہاں اللہ پاک کے چند نیک بندوں کی پاکیزہ زندگانی کے روح پرور پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے تاکہ اس کی روشنی میں ہم اپنی زندگیوں کو بنا سنوار سکیں۔

حضرت مولانا خواجہ مانک پوریؒ: آپ مولانا حسام الدین مانک پوریؒ کے والد گرامی اوراپنے وقت کے فاضل ومتبحر عالم دین تھے، فقر بہت برداشت فرماتے تھے، فقر بہت برداشت فرماتے تھے، ایک بار تین دن فاقے میں گذر گئے تھے کہ ایک شخص فتویٰ پوچھنے آیا اور ہمراہ سونا بھی لایا، خواجہ مانک پوریؒ نے سونا واپس فرمادیا، گھر کے لوگ ناراض ہوئے، لیکن جب مغرب کا وقت ہوا تو اتفاقاً اُس روز مانکپور میں بادشاہ عین الدین آئے تھے اور وہ ایک دعاء پڑھ رہے تھے کہ اُس میں ایک مشکل لفظ آگیا تو بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی عالم ہیں، لوگوں نے کہا ہاں مولانا خواجہ مانکپوریؒ ایک مشہور عالم وفاضل ہیں، چنانچہ شاہ نے خواجہ کو بلاکر وہ مشکل لفظ حل کرایا اوراس کے بعد اُسی قدر سونا مع کپڑوں وکھانوں کے خدمت والا میں پیش کیا، جتنا اس مستفتی نے دیا تھا، خواجہؒ نے قبول فرمایا اور گھر والوں سے آکر کہا کہ: ”جب ہم نے ہمت کی اور مشکوک مال واپس کردیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حلال ذریعہ سے رزق عطا فرمایا“ (تذکرہ علمائے ہند، ص:۱۸۱) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قاضی محی الدین کاشانیؒ (م ۷۱۹ھ) آپ نسبی اعتبار سے سید ہیں، علوم ظاہری سے فراغت کے بعد اوراپنے والد گرامی قاضی جلال الدین کاشانیؒ کے وصال کے بعد ان کی جگہ ”اودھ“ میں عہدۂ قضاء پر مامور کئے گئے، لیکن اس عزت وبلندی کے باوجود دنیا سے ایکدم متنفر ہوگئے اور محبوب الٰہی سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدینؒ سے عقیدت ومحبت پیدا ہوگئی، چنانچہ شوقِ زیارت میں مستانہ وار آپؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، حضرت خواجہؒ نے خاص توجہ فرمائی اور پند ونصائح سے نوازا، چونکہ قاضی کاشانیؒ کے اندر یادالٰہی کی سچی تڑپ موجود تھی اوراول ہی قدم آپ کا صدق واخلاص پر تھا، اس لئے بہت جلد آپ نے وادئ سلوک طے فرمالیا اور حضرت خواجہ محبوب الٰہیؒ نے خلافت سے سرفراز فرمایا، وہ خلافت نامہ اپنی جامعیت کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو: ”تم کو تارک دنیا رہنا چاہئے، دنیا واہل دنیا کی طرف میل نہ کرنا اور جاگیر قبول نہ کرنا، بادشاہوں کے صلہ کی پروانہ کرنا اوراگر کوئی مسافر بصورت مہمان تمہارے پاس آئے اور حال یہ کہ اُس وقت تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو ایسے موقع کو بھی غنیمت سمجھنا اور خدا کی نعمت شمار کرنا، اگر تم نے ایسا ہی کیا اور مجھے یقین ہے کہ تم ایسا ہی تو تم میرے خلیفہ ہو اوراگر ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر خلیفہ ہے، (تذکرہ علماء ہند، ص:۴۸۱ و۴۸۲، واخبار الاخیار، ص:۹۸) رحمہما اللہ تعالیٰ ونور اللہ مرقدہما

مخدوم صابر کلیریؒ: بانی سلسلۂ چشتیہ صابریہ مخدوم صابر کلیری کا اسم گرامی علی احمد، لقب علاؤالدین اور شیخ طریقت کا عطافرمودہ خطاب صابر ہے، مخدوم صاحب کے دادا سید فتح اللہ عباسیوں کے مظالم سے پریشان ہوکر ہرات میں آباد ہوگئے تھے، آپ کے والد ماجد سید عبداللہ شاہان خلجیہ کے زمانے میں ہندوستان آئے، یہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا زمانہ تھا، اس وقت بابا صاحب ہندوستان کے مقبول ترین روحانی پیشوا تھے اور پورے ملک میں انکی روحانیت کا طوطی بول رہا تھا، سید عبداللہ صاحب نے بابا صاحب کی خدمت میں رہ کر کسبِ فیض کیا اوران کے دامن سے وابستہ ہوگئے، تذکرہ نویسوں کے بیان کے مطابق سید عبداللہ صاحب کی شادی حضرت بابا فرید کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی، مخدوم علی احمد صابر انہی کے بطن سے ۵۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور بابا صاحب کی آغوش شفقت میں اعلیٰ درجہ کی ظاہری وباطنی تربیت حاصل کی اور بالآخر خرقۂ خلافت ونیابت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کا سلسلہ ان کے دو خاص خلفاء شیخ نظام الدین اولیاء اور شیخ علی احمد صابر سے چلا، حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی کے فیض سے سلسلہ چشتیہ کا آفتاب نصف النہار پر پہونچ گیا، انہوں نے ملک کے دور دراز علاقوں میں سلسلہ کی خانقاہیں قائم کرائیں اور اصلاح وتربیت کا کام وسیع پیمانے پر انجام دیا، خاص دہلی حضرت محبوب الٰہی کی کوششوں اور برکتوں سے ارشادو تلقین اور روحانیت کا مرکز اور دل بن گئی تھی، ملک کے گوشے گوشے سے لوگ پروانوں کی طرح غیاث پور کی خانقاہ میں جمع ہوتے تھے اور عشقِ الٰہی کی گرمی، ایثار نفس اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ لے کر واپس جاتے تھے۔

دوسرا سلسلہ جو سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے نام سے مشہور ہوا، شیخ علی احمد صابر سے شروع ہوتا ہے، حضرت مخدوم علاؤالدین صابر اپنے مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کے حکم سے کلیر تشریف لے گئے اور اسی ویرانے سے ان کا چشمۂ فیض ایک خاص جذب وکیف کے ساتھ جاری ہوا، کلیر رڑکی ضلع سہارنپور سے تین میل کی مسافت پر جانب شمال میں واقع ہے، پہلے اس مقام کا نام ہردواء گڑھی تھا، چونکہ مشہور تیرتھ گاہ ہردوار کے منہ پر تھا، ملک بھر کے زائرین ادھر سے ہوکر گذرتے تھے، کلیر کو راجہ کرپال سنگھ نے آباد کیا تھا، راجہ کرپال کی اولاد میں کلیان سنگھ بھی ایک راجہ ہوئے ہیں، ان کے نام پر اس آبادی کا نام کلیر ہوگیا، مختلف وجوہ واسباب کی بناء پر مخدوم کلیری کی خانقاہ کو ان کی زندگی میں اگرچہ وہ شہرت حاصل نہیں ہوئی جو اُن کے پیر بھائی اور قابل احترام ساتھی سلطان نظام الدین اولیاء کی خانقاہ کے حصے میں آئی تھی، لیکن سلسلۂ صابریہ اپنی رعنائیوں اوراثر انگیزیوں کے ساتھ ملک کے تمام گوشوں میں پھیل گیا، مخدوم صاحب کی عظمت اور ان کی شخصیت کی غیر معمولی خصوصیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان کی نسبت اور تعلق سے سلسلۂ چشتیہ، سلسلۂ صابریہ کہلانے لگا اور اب یہ مقدس سلسلہ ہماری روحانی زندگی کے لئے قلب وجگر کی حیثیت رکھتا ہے۔

مخدوم صاحب کی ولادت سے قبل ان کی والدہ ماجدہ نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں، تمہارے جو بچہ پیدا ہو اُس کا نام ”علی“ رکھنا، ولادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا: ”اس بچے کا نام ”احمد“ رکھو“۔ اس طرح یہ مرکب نام ”علی احمد“ مشہور ہوگیا، علاؤالدین آپ کا نام آپ کی خدمات کی وجہ سے ہے، یعنی یہ آپ کا صفاتی نام ہے، ذاتی اوراصلی نام علی احمد ہی ہے اور صابر آپ کے مرشد وحضرت گنج شکر کا دیا ہوا خطاب ہے، عام تذکروں میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بابا صاحب نے آپ کے ذمہ لنگر خانے کی خدمت کردی تھی، اس خدمت کو آپ نے نوجوانی کی عمر میں بڑی تن دہی اور دیانت داری سے انجام دیا اور لنگر خانے سے کبھی کھانا نہ کھایا، ایک روز باب صاحب نے آپ کو کمزور دیکھ کر فرمایا، علی! کیا بات ہے، اتنے دبلے اور کمزور کیوں ہوتے جارہے ہو؟ لنگر خانے کے بعض فقیروں نے عرض کیا، حضور! یہ لنگر خانے سے کچھ نہیں کھاتے“ یہ سن کر بابا صاحب نے دریافت فرمایا: لنگر خانے سے کھانا کیوں نہ کھاتے، مخدوم صاحب نے اس کا جو جواب دیا وہ یہ تھا، حضور نے مجھے لوگوں کو کھلانے کے لئے فرمایا تھا، کھانے کے لئے نہیں، مخدوم صاحب کی زبان سے یہ الفاظ سُنکر بابا صاحب نے ان کو سینے سے لگالیا اور فرمایا ”علی احمد، صاحب ہے“ اس واقعہ کے بعد سے آپ شیخ صابر کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا بیان ہے کہ مخدوم صاحب نے سلوک کے ابتدائی ایام میں بے انتہا ریاضتیں اور مجاہدے کئے تھے، مخدوم صاحب کا جلال بھی مشہور تھا، ان کی ہیبت وعظمت کی وجہ سے کسی کو ان کی جانب دیکھے، ان کی ہمت نہ ہوتی تھی، ولایت مولوی میں مستغرق رہتے تھے، ان کی دعاء میں غیر معمولی تاثیر تھی، ان کے جلال کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، جن کو ہم یہاں نظر انداز کررہے ہیں۔

حضرت سلطان نظام الدین اولیاء کے چہیتے خادم اور مرید خاص امیر خسرو بھی کلیر آئے ہیں اور کچھ دنوں مخدوم صاحب کی خدمت میں رہے ہیں، مشہور ہے کہ ان دنوں میں مخدوم صاحب گولکر کی اُبلی ہوئی گولریوں سے روزہ افطار کیا کرتے تھے، امیر خسرو حاضر ہوئے تو خادم کو حکم دیا گیا گولریوں میں نمک ڈال دو، مہمان کی کچھ تو تواضع ہوجائے، ایک روز مخدوم صاحب نے امیر خسرو سے دریافت فرمایا، تمہارے شیخ کے کتنے مرید ہیں، عرض کیا جتنے آسمان کے ستارے، فرمایا ہمارا تو ایک ”شمس“ ہی ہے، اس سے اشارہ خواجہ شمس الدین ترک کی طرف تھا جو مخدوم صاحب کے بعد ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے، شیخ شمس الدین مرشد کامل کی تلاش میں ترکستان چھوڑ کر ہندوستان آئے تھے، ہندوستان میں اس وقت بابا فرید الدین گنج شکر کا روحانی سکہ پوری آب وتاب کے ساتھ چل رہا تھا، خواجہ ترک پہلے ان ہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، لیکن یہ شیخ گنج شکر کے آخری ایام تھے، ادھر مخدوم صاحب کے مجاہدات اور کیفیت جذب واستغراق کی بھی دھوم تھی، بابا صاحب نے خواجہ ترک سے فرمایا، کلیر جاؤ، خواجہ صاحب اسی وقت کلیر روانہ ہوگئے، وہاں پہونچے تو مخدوم صاحب کو حالت استغراق میں دیکھا، خواجہ ترک نے اپنی مخصوص اثر انگیز شیریں آواز میں قرآن پاک کی تلاوت شروع کردی بہت سا قرآن شریف پڑھ چکے تو دم لینے کے لئے رک گئے، مخدوم صاحب نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا، پڑھو! اس کے بعد فرمایا تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا مجھے بابا صاحب نے پاک پٹن سے بھیجا ہے، بہر حال خواجہ صاحب حضرت صابر کی خدمت میں رہنے لگے اوران کے دامن عقیدت سے چسپیدہ ہوگئے، پھر مرشد کی ہدایت کے مطابق پانی پت میں قیام کیا اور مدت العمر وہیں ارشادو تلقین میں مصروف رہے، ۷۱۸ھ میں وفات ہوئی، خواجہ شمس الدین ترک کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء جانشین ہوئے جن کے ذریعہ سے سلسلۂ صابریہ کو بہت عروج ہوا، سنہ وفات ۷۶۵ھ ہے مزار پانی پت میں ہے، کبیر الاولیاء کے جانشین شیخ احمد عبدالحق ہوئے، تاریخی اعتبار سے چشتیہ صابریہ کا سب سے پہلا بڑا مرکز ردولی ضلع بارہ بنکی میں انہی کی خانقاہ تھی اور یہ خانقاہ رشد وہدایت کا صاف اور تیز سرچشمہ بن گئی تھی، شمالی ہندوستان کے طالبین ہدایت کثرت سے یہیں حاضری دیتے تھے، شیخ احمد عبدالحق کا سن وفات ۸۳۷ھ ہے، شیخ احمد عبدالحق کو بعد ان کے صاحبزادے شیخ عارف ان کے جانشین ہوئے شیخ عارف مہر ومحبت اور اخلاق حسنہ کے پیکر تھے، ان کے بعد ان کے بیٹے شیخ محمد سجادۂ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے عارف کامل شیخ عبدالقدوس گنگوہی انہیں کے خلیفہ اور جانشین ہیں جن کی برکت اور جدوجہد سے سلسلہ صابریہ کو شمالی ہندوستان میں غیر معمولی بلکہ انقلاب انگیز ترقی ہوئی اوراس کے اثرات دور دور تک پہونچے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس سلسلہ صابریہ کے سالار قافلہ ہیں جن کی شہرت وعظمت نے سلسلہ صابریہ کو بام عروج پر پہونچایا، شیخ کی ولادت ۸۶۰ھ میں ردولی میں ہوئی اور وصال ۹۴۴ھ م ۱۵۳۷ء میں گنگوہ میں ہوا، یہیں مزار مبارک ہے۔

مخدوم صابر کلیر کی تاریخ وفات ۱۳؍ربیع الاول ۶۶۴ھ ہے اس لحاظ سے آپ کی عمر مبارک بہتر (۷۲) سال ہوتی ہے، بعض تذکروں میں سال وفات ۶۹۰ھ بھی ہے۔

اب آیئے مشائخ تصوف کی تربیت گاہوں اور خانقاہوں کی کچھ خصوصیتیں بھی بیان کرتے چلیں۔

مشائخ طریقت کی خانقاہیں، سماج کے فاسد عناصر کی اصلاح کے لئے بہترین تربیت گاہیں تھیں، اس وقت اگر کوئی جگہ ایسی تھی جہاں سماج کے ہر طبقہ اور ہر مذہب ومسلک کے لوگ بے روک ٹوک جمع ہوسکتے تھے تو وہ انہی اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی جھونپڑیاں اور خانقاہیں تھیں، ان روحانی اکابر نے سوسائٹی کے صحت مند عناصر کو ابھارنے اوراخلاقی قدروں کے شرف وعظمت کو دل نشیں کرنے کے لئے جو ولولہ انگیز جدوجہد کی وہ ان کے اقوال اور طریق کار سے پوری طرح نمایاں ہے، ان کی زندگی کا ایک اہم اصول یہ تھا کہ برادران وطن کے ساتھ روابط وتعلقات شگفتہ رہیں اور یہ اصول کسی سماجی اور سیاسی مصلحت کے تحت نہیں تھا بلکہ اخلاق وانسانیت کے مطالبے پر مبنی تھا وہ دل وجان سے ”الخلق عیال اللہ“ کے قائل تھے اوراس کو اپنے ایمان کا جزء خیال کرتے تھے، ان کی تمنا تھی کہ عقیدوں اور نظریوں کے اختلافات، اخوت انسانی کے قدرتی وشفقت اور ہمدردی ورواداری سے دلوں کو ایک رشتۂ الفت اور ایک رابطۂ محبت میں پرونے کی کوشش کرتے تھے، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جن کے خلیفہ اور جانشین کے حالات ابھی آپ نے سنے ہیں اور جن کے نام پر آج بھی ہمارے ملک کے مختلف مذہب رکھنے والے لوگ سرنیاز جھکاتے ہیں۔

کسی شخص نے تحفۃً ان کی خدمت میں قینچی پیش کی تو بے تابانہ فرمانے لگے ”مجھے تو سوئی دو“ میں کاٹتا نہیں جوڑتا ہوں“۔

واقعہ یہ ہے کہ احترام انسانیت کی تلقین، اخوت ومساوات انسانی کی تعلیم اور خدا کی مخلوق کی بے لوث خدمت کے لئے ایک جذبۂ بے پناہ ان بزرگوں کی زندگی کا بنیادی مشن تھا۔

Scanned with CamScanner

دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھئے

مفتی تنظیم عالم قاسمی

اپنے کنبہ اور خاندان کے افراد کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی انسان کی فطری عادت ہے۔ ہر شخص اپنے لوگوں سے محبت کرتا ہے ان سے تعلق کو خوش گوار رکھنے کی کوشش کرتا ہے ان سے اونچ نیچ بھی ہو جائے تو اسے برداشت کرتا ہے اور یہ کہ کر درگذر کر دیتا ہے کہ یہ اپنے لوگ ہیں ان سے مواخذہ خود اپنی ذات سے مواخذہ کے مترادف ہے یہ جذبہ تقریبا پورے افراد خاندان میں پایا جاتا ہے اور ایک گھر کے تمام افراد ایک دوسرے کے بارے میں یہی تصور رکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر گھر میں کسی شخص کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھر کے دیگر افراد کو بھی اس درد کا احساس ہوتا ہے اور کسی خوشی کے موقع پر پورے گھر اور خاندان میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں اور نیک تمناوں کا اظہار کرتے ہیں ذاتی طور پر خواہ کامیابی ہو یا ناکامی اس کی پرواہ نہیں ہوتی اپنے خاندان اور گھر کے آدمی کی کامیابی کو اپنی کامیابی تصور کی جاتی ہے۔ اس لئے ان کے مال و دولت جائداد اور عہدوں سے حسد نہیں ہوتا ان کی ترقی اور عزت سے اپنے سینے میں تنگی پیدا نہیں ہوتی اور ہر موڑ پر ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں لیکن جب یہ مسئلہ دوسرے خاندان، دوسری زبان دوسرے علاقہ دوسری ریاست اور دوسرے مسلک کے لوگوں کے ساتھ ہو تو سارا کے سارا مسلمان ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے ان کی کامیابی پر خوشی کے بجائے دل میں تنگی محسوس کی جاتی ہے۔ کڑھن، حسد اور جلن کا احساس ہوتا ہے اور ان کے متعلق جذبہ خیر کے بجائے شر اور نقصان کا پہلو غالب رہتا ہے۔

فاصلے کا یہ احساس اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب کہ سامنے والا اپنے مسلک اور جماعت سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ پھر اس کی کوئی بات کوئی عمل اور اس کی کوئی کتاب یا کوئی تحریر برداشت سے باہر ہو جاتی ہے، ہم ان کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے ان کے سلام کا جواب دینے اور ان سے مصافحہ کرنے میں بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے ممکن ہے کہ شرم وحیا کی وجہ سے ہاتھ آگے بڑھ جائے لیکن دل اخلاص و محبت سے محروم رہتا ہے، یہی بنیادی اسباب وعوامل ہیں کہ خالص عبادت کی جگہ مسجدیں بھی منقسم ہوگئی ہیں اور دینی بے حسی اتنی بڑھ چکی ہے کہ مسلک کی بنیاد پر مساجد میں قتل وقتال اور گولی بارود میں کسی طرح کی ہچکچاہٹ بھی نہیں ہوتی۔ آج کتنے مسلم نوجوان ہیں جو جیل میں قید و بند کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے بوڑھے والدین اور معصوم بچے تڑپ رہے ہیں مگر ہمارے دلوں پر ان کے لئے اس لئے کوئی محبت پیدا نہیں ہوتی کہ وہ ہمارے ہم مسلک نہیں ہیں، مسلک کے اس تعصب نے پوری قوم کو تباہ کر دیا ہے اور دشمنوں کا حوصلہ اتنا بڑھا دیا ہے کہ وہ اب مسلمانوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جو نظریہ دیا ہے وہ ہر طرح کے تعصب، تنگ نظری اور حسد سے پاک ہے۔ صرف مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ (الممتحنہ۔8) اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو، جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے'' کفر وشرک نا قابل معافی جرم ہے اس کے باوجود ان کے ساتھ عدل وانصاف رواداری، انسانی ہمدردی اور نفع رسانی کے اقدام کو مستحسن قرار دیا گیا ہے گویا اسلام نے مذہب کے اختلاط کے باوجود غیر مسلموں کو برداشت کیا ہے اور ان کے ساتھ بھی تعصب اور تنگ نظری کو روا نہیں رکھا گیا۔ کفار مکہ نے آپ کو بے حد ستایا اور پریشان کیا تھا، قدم قدم پر دعوت وتبلیغ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی تھیں، آپ اگر چاہتے فتح مکہ کے دن ان کے ایک ایک جرم کا بدلہ لے سکتے تھے، مگر ان جانی دشمنوں کو معافی کا پروانہ دیا گیا، ارشاد فرمایا: ا ذهبوا فأنتم الطلقاء'' جاو! تم سب کے سب آزاد ہو۔ اس رواداری اور وسعت ظرفی کی مثال کیا کسی دوسرے مذاہب کے رہبروں کی زندگی میں تلاش کی جا سکتی ہے؟

غزوۂ خندق کے موقع پر ایک فوجی خندق عبور کر کے مسلمانوں کی طرف آ گیا اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا، کفار مکہ نے لاش کی قیمت ادا کر کے لاش حاصل کرنی چاہی لیکن آپ نے قیمت نہیں لی اور یوں ہی ان کی لاش ان کے حوالہ کر دی، ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور پرانی چربی کی دعوت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔ جنگ خیبر- کے اختتام کے بعد ایک یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری کا گوشت بھجوایا، آپ کی دعوت کی، آپ نے قبول فرمایا، اس میں زہر ملا ہوا تھا، جس کا اثر اخیر تک باقی رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے کھانے پینے کا بھی اہتمام فرمایا ہے، چنانچہ قبیلہ ثقیف کے وفد جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ٹھہرایا، حضرت خالد بن سعید آپ کے حکم سے اس کے کھانے پینے کا نظم فرماتے تھے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی اس نے وہ پیش کی تو آپؐ نے اسے دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین وجمیل رکھے چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، صحابہ نے عرض کیا یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آخر وہ بھی تو انسان تھا یعنی ہم نے انسانیت کا احترام کیا ہے اور انسان ہونے میں تمام نوع بنی آدم یکساں ہیں۔ جنگ کے عین موقع پر آپ کی طرف سے ہدایت دی جاتی تھی کہ بوڑھوں، کمسن بچوں اور عورتوں کا قتل نہ کیا جائے۔ حالاں کہ دنیا کا دستور ہے کہ جس قوم سے جنگ ہوتی ہے اس سے نفرت دشمنی اور عداوت کی بنیاد پر اس کے ایک ایک فرد کو قتل کر دیا جاتا ہے دولت اور جائداد لوٹ لی جاتی ہے مگر اسلام کا نقطہ نظر فیاضانہ سلوک اور وسعت نظری پر ہے۔

اس طرح کے بیشتر رواداری اور حسن اخلاق کے ایسے واقعات ہیں کہ تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، حیرت اس لئے بھی ہے کہ حسن اخلاق اور اعلی ظرفی کے یہ معاملات اس وقت پیش آئے جب کہ آپ ان کفار سے برسر پیکار تھے اور ہر وقت ان سے ضرر رسانی کا خطرہ رہتا تھا، ایسے وقت لوگ۔ جذبات، میں حسن سلوک اور ظاہری خوش خلقی سے عموماً متصف نہیں رہ سکتے بلکہ ایسے حالات میں انسانیت کا بھی احترام ختم ہو جاتا ہے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں کفار ومشرکین کے علاوہ منافقین سے بھی سابقہ پڑا، مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں یہ کفار سے کم نہیں تھے بظاہر ایمان کا دعوی تھا اس لئے مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کو چیرہ دستی کا موقع زیادہ ہاتھ آیا، قرآن کریم نے سورہ نساء آیت 145 میں ان کے جہنمی ہونے کی خبر دی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کی اسلام مخالف سیاسی سرگرمیوں کا علم تھا لیکن آپ نے انہیں برداشت کیا اور کبھی ان کو برا بھلا نہیں کہا۔ کفر وشرک اور نفاق کے باوجود جب انہیں برداشت کیا گیا اور ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک برتا گیا تو کیا آج مسلمان مسلک کے اختلاف کو بھی برداشت نہیں کر سکتے اگر کوئی شخص ہم مسلک اور ہم جماعت نہ ہو تو ان کے ساتھ بد اخلاقی اور تنگ نظری کے معاملات کیا شریعت اسلامی میں درست ہو سکتے ہیں؟

اسلام نے ہر مسلمان اور توحید پرست کو بڑا دل اور وسیع ذہن رکھنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کے قول وعمل اور کردار سے اس کا اظہار ہونا چاہیئے کہ آپ کے دل ودماغ میں دنیا سے بھی زیادہ وسعت ہے کیوں کہ ایک مسلمان صرف اپنی ذات کے لئے نہیں سوچتا بلکہ پوری دنیا کی ہدایت اور راہ راست پر لانے کی فکر رہتی ہے اور ایسے ہی لوگ نبی کے سچے وارث ہو سکتے ہیں جن کے پہلو میں کائنات کی ہدایت کی تڑپ موجود ہو اور دنیا کی اقوام کی فکر دل ودماغ میں وسعت کے بغیر پیدا نہیں کی جا سکتی، قرآن نے اہل اسلام کو جو آداب سکھائے ہیں ان میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی مجلس لگی ہوئی ہے اور بعد میں کوئی شخص وہاں پہنچے تو مجلس میں موجود افراد کو چاہئے کہ وہ اپنے جسم کو حرکت دیں ہل ڈول کر ان کے لئے جگہ بنائیں اور ان سے اپنائیت کا ثبوت دیں۔ (مجادلہ- 11) ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے صحابہ کرام کی مجلس لگی ہوئی تھی اتنے ہی میں ایک صحابی باہر سے داخل ہوئے ان کو دیکھ کر آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مجلس میں کشادگی پیدا کی ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجلس میں جگہ کافی تھی وہ شخص آ کر بیٹھ سکتا تھا اس کے لئے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کیا ضرورت تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ جب بھی کسی مسلمان کو مجلس میں آتا ہوا دیکھے تو تھوڑا اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ (مشکوۃ صفی ۴۰۴)

مجلس میں جگہ ہونے کے باوجود کسی کو آتا دیکھ کر بدن میں حرکت پیدا کرنے اور ہلنے ڈولنے کا حکم دیا گیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آنے والا شخص جب مجلس میں بیٹھے لوگوں کو اس طرح ہلتا ڈولتا دیکھے گا تو اس کے دل سے اجنبیت دور ہوگی اور اسے اپنائیت کا احساس ہوگا وہ سمجھے گا کہ میں اپنے ہی لوگوں میں آیا ہوں، میرے لئے ان لوگوں کے دل میں محبت ہے اس سے ان کے دل میں بھی محبت پیدا ہوگی اور اتفاق واتحاد کا ماحول قائم ہوگا۔ اس سے کشادہ قلبی اور وسعت ذہنی کی تعلیم ملتی ہے یعنی کسی کو آتا دیکھ کر دل ودماغ کو تنگ کرنے کے بجائے اس کو کشادہ کرنا چاہئے اور عملی طور پر بھی اس کا اثر ظاہر ہونا چاہیئے کسی کو دیکھ کر ناک بھاؤں چڑھانا پیشانی پر بل لانا اور دل کو چھوٹا کرنا اسلام کی تعلیم نہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے کھانے کو دو آدمی کے لئے اور دو آدمی کے کھانے کو تین یا اس سے زائد افراد کے لئے کافی قرار دیا۔ ایسا نہیں ہے کہ دوسرے کو شریک کرنے سے کھانے میں اضافہ ہو جائے گا بلکہ قناعت، ہمدردی اور وسعت دینی کی اس میں تعلیم دی گئی ہے کہ تمہارا کھانا اگر چہ کم ہو مگر کسی بھوکے شخص کو دیکھ کر اپنے ساتھ کھانے میں شامل کرلو اور ان کو دیکھ کر دل چھوٹا مت کرو کہ کھانا اتنا کم ہے یہ ہمارے لئے ہی ناکافی ہے اس میں دوسروں کو شریک کرنے کی گنجائش کہاں یہ تنگ دلی ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہونا چاہئے اپنے ذہن ودماغ کو وسیع رکھو اور امید رکھو کہ کم کھانے میں بھی اللہ تعالی تمہارے فیاضانہ سلوک اور کشادہ قلبی کی وجہ سے برکت عطا کرے گا جس سے تمام آسودہ ہو سکیں گے۔

احکام اسلام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کس کس طرح اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کشادہ قلبی وسعت ظرفی اور دوسروں کو برداشت کرنے کی تلقین کی ہے۔ جس کے پہلو میں سکڑتا ہوا جگر اور دل تنگ ہو اور جو اپنے سوچ اور خیالات کو محدود رکھتا ہو وہ اسلام کی فکر اور اس کی تعلیمات سے حقیقت میں نا آشنا ہے آپ اندازہ کیجئے کہ جو مذہب پوری کائنات اور ساری اقوام کی ہدایت کے لئے آیا ہو اور جس کا مقصد سب کی نجات ہو کیا وہ لسانی صوبائی علاقائی مسلک اور جماعت کی بنیاد پر تعصب اور تنگ نظری کی اجازت دے سکتا ہے؟ بالخصوص آج کے دور میں ضرورت ہے کہ مسلکی اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا مزاج بنایا جائے اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو برداشت کریں اور آپ کو محبت کی نظروں سے دیکھیں تو آپ سب سے پہلے اپنے اندر یہ صفات پیدا کیجئے اس لئے کہ دوسروں کے ساتھ جارحانہ اور ظالمانہ سلوک کر کے ان سے اخلاص ومحبت کی امید فضول ہے۔ آپ کی طرح دوسروں کی بھی یہی خواہش ہوگی کہ ان کے ساتھ بہتر اور ہمدردانہ سلوک کیا جائے ظاہر ہے کہ آپسی تعاون اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے ذریعے ہی اتحاد کا ماحول قائم ہو سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

علم وفضل میں عورتوں کا مقام

محمد ظفرعالم ندوی

اسلام نے اپنے تمام شعبوں کی طرح علم کے شعبہ کو بھی بہت وسیع اور مردوعورت بلکہ ہر طبقہ انسانی کے لئے عام کردیا ہے، یہ دروازہ نہ کسی کے لئے بند ہے اور نہ تنگ، بلکہ اسلام نے اسمیں ہر داخل ہونے والے اور اس میدان میں ہر اترنے والے کو فضیلت وشان کا مژدہ بھی سنایا ہے، قرآن کریم کی بہت سی آیات اور احادیث نبوی کا ایک معتد بہ ذخیرہ اس کا ایک حصہ ہے۔ ابن ماجہ کی ایک روایت ہے جو حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ''طلب العلم فريضة على كل مسلم ۔(ابن ماجہ) یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلم پر فرض ہے، بعض شراح حدیث کے بقول یہ لفظ مسلم'' مردوعورت ہر دو کو شامل ہے،'' ملاعلی قاری، نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ مسلم کے ساتھ مسلمہ بھی شامل ہے۔ قاری تحریر فرماتے ہیں۔''ای مسلمہ کمافی روایۃ (مرقاۃ) یعنی مسلم کے ساتھ مسلمہ بھی داخل ہے، جیسا کہ ایک روایت میں موجود ہے، یہ روایت واضح طور پر بتاتی ہے کہ مردوعورت ہر دو جنس پر علم کا حاصل کرنا ایک اہم فریضہ ہے، بعض روایات بھی اس طرح کی ہیں، جن میں صرف عورتوں سے خطاب کیا گیا ہے، ان میں سے ایک مشہور روایت جو مسلم شریف میں ہے یہ ہے۔''اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اور خوب استغفار کیا کرو اسلئے کہ میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے اکثر دوزخیوں میں ہوں گی ان میں سے ایک عقلمند عورت نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وجہ ہے کہ عورتیں اکثر جہنمی ہوں گی، آپ نے فرمایا کہ وہ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہیں، اور شوہروں کی ناشکری کرتی رہتی ہیں، میں نے عقل ودین میں ناقص رہنے والیوں میں سے سوائے عورت کے کسی کو نہیں دیکھا، جو بڑے بڑے عقلمند پر غالب آجاتے ہوں، اس عورت نے عرض کیا یارسول اللہ عقل ودین کا وہ نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عقل کا نقصان یہ ہے کہ دوعورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے تو یہی تو عقل کا نقصان ہے اور ان راتوں کو نماز میں پڑھتے ہوئے تم ٹھہرتے ہو اور رمضان میں روزہ افطار کرتے ہو تو یہ دین کا نقصان ہے۔

یہ روایت بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں صرف عورتوں سے خطاب فرمایا تھا اور انہی کے سامنے علوم ومعارف کے خزانے رکھے ہیں، جو اس بات کی نشاندہی کررہی ہے کہ عورتوں کے لئے بھی علم کا حصول ایک دینی فریضہ ہے، یہی وجہ ہے کہ عورتوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی علمی تشنگی اور دینی معلومات حاصل کرنے کا شوق والہانہ انداز میں ظاہر کیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل سیر جواب بھی بتاتا ہے کہ نوع انسانی کی اس نازک جنس کو بھی علم سے محروم نہ رکھا جائے۔ بلکہ ان کے لئے ہر ممکن وسائل علم وحکمت فراہم کئے جائیں، امام نووی نے حدیث مذکور سے مسائل کا استنباط کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے۔ ''وفيه مراجعه المتعلم العالم، والتابع المتبوع فيما قال له اذالم يظهر له معناه كمراجعه هذه الجزله.'' اسکی ایک اور عمدہ مثال دی جاسکتی ہے جسکو ابن اثیر نے اسدالغابہ میں اسماء بنت یزید کی حالات میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت اسماء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے، حضرت اسماء عرض کرتی ہیں یارسول اللہ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں عورتوں کا ایک وفد لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں، بلاشبہ اللہ تعالی نے آپ کو مردوں اور عورتوں سبھوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، ہم نے آپ پر اور آپ کے معبود پر ایمان لایا ہے، ہم عورتیں گھروں میں محصور رہنے والی، لوگوں کی خواہشات پوری کرنے والی اور انکی اولاد کا بوجھ اٹھانے والی ہیں، پھر مردوں سے مخاطب ہوکر کہا اے لوگو! تمہیں ہم عورتوں پر جماعت میں حاضر ہونے۔ مریضوں کی عیادت کرنے، جنازے میں شرکت کرنے، حج کے بعد دوبارہ حج کرنے اور جہاد میں حصہ لینے کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے، تم جب عمرہ یا حج کے لئے یا اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتے ہو تو ہم تمہاری مال ودولت کی حفاظت اور آل اولاد کی تربیت کرتے ہیں اور کپڑے بنتے ہیں تو پھر کیا ہم تمہارے ساتھ اس اجر وثواب میں شریک نہیں ہوں گے؟ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے خاتون! ذرا معاملہ کو سمجھو اور جو عورتیں یہاں نہیں ہیں، انہیں بھی سمجھا دو کہ شوہر کے ساتھ تمہارا اچھی طرح سے رہنا سہنا، اسکی مرضی کے مطابق چلنا اور اسکے حکم کو بجالانا انکے تمام فضائل کے برابر ہے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت اسماء اسکے بعد خوش خوش واپس ہوگئیں۔(اسدالغابہ)

یہ واقعہ بھی بتارہا ہے کہ عورتوں کا عالم وقت کے پاس جانا، ان سے دینی مسائل کی تحقیق اور معلومات فراہم کرنا اور دوسری عورتوں تک ان علوم ومعارف کا پہونچانا ایک اہم دینی فریضہ ہے۔

یہی وہ فریضہ تھا جسکی وجہ سے ابتدائے اسلام ہی سے عورتیں حصول علم کی طرف متوجہ ہوئیں، اور یہ انکی سہل طبیعت، حسن استعداد، دین سے محبت اور ایمان میں پختگی کے عین مطابق تھی، جس بناء پر انہوں نے اس میدان میں غیر معمولی اہم رول ادا کیا ہے، جس کی عمدہ مثالیں امہات المومنین میں دیکھی جاسکتی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ جن سے دو ہزار دوسو دس حدیثیں مروی ہیں، انکے بارے میں درمنثور کی مصنفہ بیان کرتی ہے۔''وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ فصیح اللسان خاتون تھیں اور سب سے زیادہ روایتیں بیان کرنے والی تھیں، جن سے مردوعورت سبھوں نے روایتیں لی ہیں''، حضرت عطا بن رباء ان کے بارے میں فرماتے ہیں ''اکابر صحابہ بھی آپ سے علم فرائض کے پیچیدہ مسائل دریافت کیا کرتے تھے، حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ علم فرائض کا علم سب سے زیادہ حضرت عائشہ صدیقہ کو تھا۔

صحابیات میں اسی طرح ایک ایسی بڑی تعداد ہے جو علم وفضل میں ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ یہ تو اس دور کی بات تھی جبکہ مسلمان اپنی تعداد اور قوت کے اعتبار سے محدود دائرہ میں تھے۔ لیکن جب اسلامی حکومت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا، اسلامی فتوحات دن بدن بڑھنے لگے، دنیا کے بہت سے ممالک اسلام کے زیر نگیں ہونے لگے اور مسلمانوں کے علوم وفنون کا دائرہ بہت وسیع ہوتا چلا گیا، تو عورتوں نے بھی علوم وفنون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اکثر میدان میں بڑا مقام حاصل کیا جسکی مثالیں اسلامی تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

فن حدیث میں عورتوں نے جس مہارت غیر معمولی صلاحیت اور جفاکشی کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اور جتنی بڑی تعداد میں ان کا گروہ نظر آتا ہے وہ اس امت کے لئے ایک بڑا امتیاز ہے چنانچہ امام ذہبی نے اپنی کتاب میں جن فرزانہ خواتین کا ذکر کیا ہے، ان میں سے چند بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔ کریمہ بنت احمد مرزویہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان سے سو احادیث مروی ہیں۔ فاطمہ بنت عبداللہ کی سوروایات کے علاوہ ایک مسند بھی ہے جو مسندۃ اصبھان سے مشہور ہے، فخر النساء شھدہ بنت ابری کی مسند ہے، جو مسندہ العراق الکتابیہ سے مشہور ہے، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام کی پوتی زینب بنت یحیٰی کی مسند روایتیں تو بہت زیادہ ہیں، زینب بنت الکمال تو مسندہ الوقت سے مشہور تھیں، یہ کوئی معمولی لقب نہ تھا کیونکہ مسند کا لقب انہی کو ملتا تھا جن کے اندر ضبط اور روایت کی شرطیں کمال درجہ کی پائی جاتی ہوں، انکے علاوہ اور بھی خدا کی بندیاں ہیں۔ جنہوں نے فن حدیث میں بڑا کمال پیدا کیا، درمنثور کی مصنفہ نے ایک بہت ہی فرزانہ خاتون زینب بنت محمد بن عثمان الدمشقیہ کے بارے میں لکھا ہے۔''اپنے زمانے میں حسن وجمال میں سب سے زیادہ تھیں ان کی گفتگو سب سے زیادہ شیریں ہوتی تھیں، ان کا کلام سب سے زیادہ فصیح تھا اور رفقہ وحدت میں تمام عورتوں سے فائق تھیں۔'' مصنفہ موصوفہ ان کی تدریس اور افادہ کے بارے میں تحریر فرماتی ہیں۔''ان کا حلقہ درس بہت ہی وسیع تھا، طلبہ حدیث کی تعداد کبھی پچاس سے کم نہیں ہوئی ان سے زیادہ وسیع حلقہ درس کسی عورت کا نہیں دیکھا گیا اور نہ کسی عورت کے حلقے میں اتنا بڑا مجمع نظر آتا تھا۔'' فقہ وحدیث میں ان کے چند رسائل تھے، جن کے بارے میں درمنثور کی مصنفہ نے تذکرہ کیا ہے۔''فقہ وحدیث میں ان چند رسائل تھے جن پر بہت سے علماء نے اعتماد کیا ہے۔''

عورتوں نے اپنا کمال صرف علم حدیث ہی میں نہیں دکھایا بلکہ فقہ، نحو صرف بیان معانی، عروض وبلاغت میں بھی اپنا جوہر دکھایا ہے، درمنثور کی مصنفہ نے ان میں سے چند کا ذکر کیا ہے، ان میں ایک خاتون عائشہ بنت علی بن محمد کے بارے میں لکھا ہے۔''وہ عالم بھی تھی اور عاملہ بھی، انہوں نے علم نحو میں بیان بھی پڑھا، اور عروض حدیث بھی، انکے علوم وفنون میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ بڑی تعداد میں عوام وخواص انکے علوم ومعارف سے مستفید ہورہے تھے، اور باضابطہ ان کا حلقہ درس لگا رہتا تھا، مصنفہ موصوفہ لکھتی ہیں۔''انہوں نے حلقہ درس بھی لگایا تھا، اور اپنے شوہر حافظ نجم الدین حسنی، امام خباز اور انکے علاوہ دوسرے حضرات سے انہوں نے روایت کی اور انکے درس میں عوام وخواص ان کے علوم ومعارف سے فائدہ اٹھارہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے معاصرین میں سب پر فوقیت لے گئیں۔

اسی طرح عائشہ بنت یوسف بن احمد بن نصر کو فن نحو، فقہ اور عروض میں پوری مہارت حاصل تھی، اور بڑے بڑے علماء ان سے استفادہ کیا کرتے تھے اور طلبہ کی بڑی جماعت کا ہجوم رہتا تھا، مدائح نبوی میں ایک دیوان بھی ہے، اس کے علاوہ چند کتابیں بھی ہیں، جو بہت ہی مفید اور مشہور ہیں، انکی اہم تصنیفات میں ایک اہم تصنیف ''مولد جلیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے'' جو نظم ونثر دونوں پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ دوسرے مضامین، قصائد اور کتابیں بھی ہیں۔

دوسرے علوم فنون کی طرح ادب اور شعروشاعری میں بھی، انہوں نے اپنے اعلیٰ ذوق کا ثبوت دیا ہے اور یہ زمانہ قدیم کی عورتوں کا امتیاز تھا کہ علم وفن کے آفتاب ومہتاب ہونے کے ساتھ ساتھ ادب اور شعروشاعری میں بھی یگانہ روزگار ہوا کرتی تھیں، چنانچہ سیدہ سکینہ بنت حسین بھی انہی ممتاز اور یگانہ روزگار خاتون میں تھیں ابن خلکان انکے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔''حضرت سکینہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں، سب سے زیادہ حسین اور ظریف تھیں، اور اخلاق وعادات میں سب پر فائق وبرتر تھیں۔ اور شعراء کے ساتھ ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ عجیب وغریب پر لطف اور عمدہ واقعات بھی ہیں۔'' حضرت خنساء جو بہت بڑی شاعرہ تھیں، انکے اشعار آج بھی ایک خاص مقام رکھتے ہیں، اپنے بھائی کی موت پر انہوں نے جو اشعار کہے ہیں، وہ اسلامی ادب کی تاریخ کا ایک نمایاں حصہ ہے، یاقوت حموی نے معجم الادباء میں ایک اور ذی وجاہت خاتون حفصہ بنت الحاج الرکونی کا بڑی خوبی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔''حفصہ بنت الحاج امرکونی، غرناطہ کی ایک شاعرہ اور ادیبہ تھی، ذی وجاہت اور سلیقہ مند تھی، حسن وجمال کا پیکر اور برجستہ اور لطیف اشعار کہنے والی تھی، امیر المومنین منصور کے گھر میں عورتوں کی تعلیم وتربیت پر مامور تھی۔'' عائشہ بنت احمد القرطبیہ کے بارے میں ابن حبان کا قول ہے''اندلس میں علم وفہم اور ادب وشعروشاعری میں عائشہ بنت احمد کے ہم پلہ کوئی اس زمانہ میں نہیں تھی۔

بعض عورتوں نے حسن خط اور فن کتابت میں بڑی مہارت حاصل کی ہیں، اور یہ قدیم زمانہ میں بڑی اہم چیز اور بڑا اہم فن سمجھا جاتا تھا، جس کے اصول وقواعد اور باضابطہ اساتذہ فن ہوتے تھے، وہ عورتیں جنہوں نے اس فن میں مہارت پیدا کیں، ان کا تفصیلی تذکرہ یاقوت حموی نے اپنی مشہور کتاب معجم الادباء میں کیا ہے، ان میں سے ایک خاتون ام الفضل بنت احسن بن علی العطار (۸۰ھ) میں جو خوشخطی میں بہت ہی مشہور ومعروف تھی، انکے بارے میں موصوف لکھتے ہیں۔''وہ ابن البواب کے طریقہ پر کتابت کیا کرتی تھی، وہ ابن البواب جس کے طریقہ اور طرز کو ابن المقلہ نے مہذب ومرتب کیا، جس میں وہ فوقیت لے گئے اور لوگوں نے بھی ام الفضل کے طریقہ کو اختیار کیا۔'' خوشخطی میں مہارت حاصل کرنے والی عورتوں میں ایک اور ممتاز خاتون ہیں جن کا تذکرہ در منثور کے مصنفہ نے کیا ہے، وہ ہیں عائشہ بنت احمد القرطبیہ، مصنفہ موصوفہ انکے بارے میں تحریر فرماتی ہیں۔''عائشہ بنت احمد القرطبیہ بہترین کتابت کرنے والی تھی، اور صحیفوں کو لکھتی رہتی تھی، انکے بارے میں صاحب مغرب نے کہا ہے کہ وہ عجوبۂ زمانہ اور یگانہ روزگار تھی۔

غرض کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے اندر جو فطری صلاحیتیں اور طبعی قوتیں دی ہیں، اسلام نے انہیں ان صلاحیتوں اور قوتوں کو استعمال کرنے اور ان کو اجاگر کرنے سے نہیں روکا ہے، بلکہ اگر وہ دین اور خدمت خلق میں صرف ہو تو اسلام نے اسکی دعوت بھی دی ہے اور اسے دینی فریضہ قرار دیکر اجر وثواب کا مستحق بنایا ہے، جسکی بناء پر ابتدائے اسلام ہی سے اسلام کی فرزانہ خواتین نے اس پر پوری توجہ دی اور دنیا کے اندر حیرت انگیز مثالیں پیش کیں جس کی ایک جھلک مذکورہ سطور میں دکھائی گئی ہے، توجہ دینے والوں کے لئے اتنا بھی کافی ہے ویسے وہ اسلامی تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق الٹا سکتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں ، بزنس روزگار وکیریئر

(از: محمد اسعد اللہ قاسمی نالندوی)

چین کی حماس اور فتح کے مابین مفاہمت کرانے کی پیشکش

فتح کی مرکزی کمیٹی کے ڈپٹی سکریٹری جنرل صبری صیدم نے بتایا کہ ان کی تنظیم کے عہدیداران 20 اور 21 جولائی کو بیجنگ میں چینی حکام سے ملاقات کریں گے، الفتح کے ذرائع کے مطابق حماس کے وفد کی قیادت قطر میں مقیم اس کے سیاسی سربراہ اسماعیل ہانیہ کریں گے جب کہ الفتح کی نمائندگی نائب سربراہ محمود العالول کریں گے، جب چینی حکام سے اس حوالے سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا، "بیجنگ اس سلسلے میں اطلاعات مناسب وقت پر شائع کرے گا۔" چین کی وزارت خارجہ کے ترجمان لن جیان نے کہا کہ چین نے ہمیشہ فلسطین میں تمام فریقین کی بات چیت اور مذاکرات کے ذریعے مفاہمت اور اتحاد کے حصول کی حمایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ بیجنگ "مذاکرات اور مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرنے اور مسئلہ فلسطین پر تمام فریقین کے لیے مواقع پیدا کرنے کے لیے تیار ہے۔" لی جیان کا کہنا تھا، "چین تمام فریقوں کے ساتھ رابطے کو مضبوط بنانے اور فلسطینیوں کے باہمی مفاہمت کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کر رہا ہے"۔ (ڈی ڈبلیو)

ایران امریکہ کے ساتھ جوہری مذاکرات شروع کرنے کے لیے تیار

ایران کے قائم مقام وزیر خارجہ علی باقری کنی نے منگل کے روز شائع ہونے والے ایک انٹرویو میں نیوز ویک میگزین کو بتایا کہ تہران جوہری معاہدے میں اپنی شرکت کو بحال کرنے کے لیے واشنگٹن کے ساتھ مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کے لیے تیار ہے، ایران کے قائم مقام وزیر خارجہ کا یہ بیان ایسے وقت آیا ہے، جب وہ نیویارک میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے خطاب کرنے کی تیاری کر رہے ہیں، واضح رہے کہ صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے دور اقتدار میں امریکہ نے 2018ء میں ہونے والے ایران اور چھ عالمی طاقتوں کے درمیان جوہری معاہدے سے دستبردار ہو گیا تھا، اس معاہدے کے تحت تہران کے جوہری پروگرام کو محدود کر دیا گیا تھا، صدر جو بائیڈن کے اقتدار میں آنے کے بعد معاہدے کی بحالی کے لیے بات چیت شروع کی گئی تھی، تاہم واشنگٹن اور تہران کے درمیان بالواسطہ مذاکرات کافی دنوں سے تعطل کا شکار ہیں۔ (ڈی ڈبلیو)

بنگلہ دیش: ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم کے خلاف پرتشدد مظاہرے

بنگلہ دیش پولیس کا کہنا ہے کہ ملک میں اہم سرکاری عہدوں پر ملازمتوں میں کوٹہ سسٹم کے خلاف پیر کے روز طلبہ کے مظاہروں کے دوران حکمراں جماعت کے حامیوں کے ساتھ ہونے والی جھڑپ میں ایک سو سے زائد افراد زخمی ہو گئے، مخالفین کا کہنا ہے کہ کوٹہ سسٹم حکومت نواز گروپوں کے بچوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے ہے اور اسے ختم کر دیا جانا چاہئے، کوٹہ سسٹم کے تحت اچھی تنخواہ والی سول سروس (جن میں لاکھوں سرکاری ملازمتیں شامل ہیں) کے عہدوں میں سے نصف سے زیادہ کو مخصوص گروپوں کے لیے محفوظ کر دیا گیا ہے، ان گروپوں میں 1971 میں پاکستان سے آزادی کے لیے جنگ میں حصہ لینے والے افراد کے بچے بھی شامل ہیں، ناقدین کا کہنا ہے کہ اس کوٹہ سسٹم سے صرف حکومت نواز گروپوں کے بچوں کو فائدہ ہوتا ہے، جو وزیر اعظم شیخ حسینہ کی حمایت کرتے ہیں، بنگلہ دیش کی سپریم کورٹ نے گزشتہ ہفتے کوٹہ سسٹم کو عارضی طور پر معطل کرنے کا حکم دیا تھا؛ لیکن کوٹہ سسٹم کے مخالفین کا کہنا ہے کہ وہ اپنے مظاہرے اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک کہ اس اسکیم کو مکمل طور پر ختم نہیں کر دیا جاتا۔ (ایجنسی)

یورپی کمیشن کی صدر کا 'یورپی دفاعی یونین' کے قیام کا منصوبہ

یورپی قانون سازوں نے جمعرات کے روز ارزولا فان ڈیر لاین کو دوسری پانچ سالہ مدت کے لیے یورپی کمیشن کا صدر منتخب کر لیا، ایک خفیہ رائے شماری کے بعد یورپی پارلیمان کی صدر روبرٹا میٹسولا نے فان ڈیر لاین کی فتح کا اعلان کیا، ان کے دوبارہ با آسانی انتخاب نے اس ستائیس رکنی اتحاد کے لیے قیادت کے تسلسل کو یقینی بنا دیا ہے، جرمنی کی سابقہ وزیر دفاع رہنے والی فان ڈیر لاین نے 720 نشستوں والی مقننہ میں ڈالے گئے 707 ووٹوں میں سے 401 ووٹ حاصل کیے، ان کے خلاف 284 ووٹ ڈالے گئے جبکہ 15 ارکان اس موقع پر غیر حاضر رہے اور سات ووٹوں کو غیر مؤثر قرار دیا گیا، سات بچوں کی والدہ اور یورپی کمیشن کی سربراہی کرنے والی پہلی خاتون فان ڈیر لاین کو اپنی موجودہ پوزیشن پر کام جاری رکھنے کے لیے 720 رکنی یورپی یونین کی پارلیمان میں کم از کم 361 قانون سازوں کی حمایت کی ضرورت تھی، اور انہوں نے با آسانی اس ہدف سے 46 زیادہ ووٹ حاصل کیے (ڈی ڈبلیو)

شارجہ کے حکمراں نے بارش سے متاثرہ افراد کے لیے معاوضہ 50 ہزار درہم تک بڑھایا

سپریم کونسل کے رکن اور شارجہ کے حکمراں عزت مآب شیخ ڈاکٹر سلطان بن محمد القاسمی نے حال ہی میں ہونے والی بارش سے متاثرہ افراد کے لیے معاوضے میں اضافے کا حکم دیا ہے، جواب 50,000 درہم ہوگا، حکمراں شارجہ نے ان معاوضوں کی منظوری دے دی ہے، جن کی کل مالیت 15,330,000 درہم ہے، جس سے 618 متاثرین کو فائدہ ہوگا، شارجہ سوشل سروسز فوری طور پر مستحقین میں یہ معاوضے تقسیم کرنا شروع کر دیں گی، حکمراں شارجہ کی یہ ہدایات "ڈائریکٹ لائن" پروگرام کے دوران سامنے آئیں، جو شارجہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر نشر کیا جاتا ہے۔ (وام)

دفتر خارجہ دبئی کے ڈائریکٹر نے نائجیرین قونصل جنرل کی اسناد وصول کی

وزارت خارجہ کے دبئی آفس کے ڈائریکٹر شیخ مکتوم بن بطی المکتوم نے دبئی میں وفاقی جمہوریہ نائجیریا کے قونصل جنرل زیان ابراہیم سے ملاقات کی اور ان کی اسناد وصول کی، شیخ مکتوم نے قونصل جنرل کا خیر مقدم کیا اور دونوں برادر ممالک کے مابین سیاسی، اقتصادی، تجارتی اور سرمایہ کاری کے تعلقات کو سراہتے ہوئے ان کی ذمہ داریوں میں کامیابی کی خواہش کا اظہار کیا (وام)

فوقانیہ ومولوی کے رجسٹریشن میں آنے والی دشواری کے حل کیلئے ہیلپ لائن نمبر جاری

ڈاکٹر محمد نور اسلام، کنٹرولر آف اگزامنیشن بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، پٹنہ نے تمام ملحقہ مدارس کے پرنسپل رصدر مدرسین رطلبا و طالبات اور گارجین حضرات کو مطلع کیا ہے کہ دفتر کو خبریں موصول ہو رہی ہیں کہ درجہ فوقانیہ ومولوی امتحانات 2025 کے رجسٹریشن فارم پُر کرنے میں لوگوں کو پریشانی ہو رہی ہے، جس پر فوری کاروائی کرتے ہوئے دفتر کے ذریعہ کئی ہیلپ لائن نمبر جاری کرنے کا فیصلہ لیا ہے، واضح ہو کہ پورنیہ کمشنری پورنیہ، کٹیہار، کشن گنج، ارریہ اور دیگر سبھی کمشنریوں کیلئے الگ الگ ہیلپ لائن نمبر ہیں، اس لئے آپ سبھی کو ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ کمشنریوں کے مطابق ہیلپ لائن نمبر پر دفتری اوقات کے درمیان رابطہ کریں گے، پورنیہ کمشنری سے متعلقہ حضرات مذکورہ نمبرات پر رابطہ کریں 7004175443, 7903201622, 7004917571-7482034313 - 9097206791 وہیں دیگر سبھی کمشنریوں کے متعلقہ حضرات مذکورہ نمبرات پر رابطہ کریں گے 7209386006,7033438555,8235300798- ڈاکٹر محمد نور اسلام نے سبھی متعلقین کو اطلاع دی ہے کہ اب کسی طرح کی کوئی دشواری نہیں ہوگی، موبائل نمبرات کی تفصیلات سے ان شاء اللہ تمام تر دشواریاں دور ہو جائیگی۔

سب انسپکٹر سمیت 29 اسامیوں پر بحالیاں

انڈو تبت بارڈر پولیس فورس (ITBP) نے ہیڈ کانسٹیبل، سب انسپکٹر اور دیگر 29 عہدوں پر بحالی کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، درخواست کی فیس پوسٹ کے لحاظ سے 100 سے 200 روپے ہے، ST/SC زمرہ، LAO اور ہیڈ کانسٹیبل (دائی) کے لیے مفت، آن لائن درخواست کی آخری تاریخ 28 جولائی 2024 مقرر ہے، مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ www.itbpolice.nic.in: پر جائیں۔

انجینئر کی 10 اسامیوں کے لیے انٹرویو

انسٹی ٹیوٹ آئی آئی ٹی حیدرآباد نے ML/AI انجینئر کے 10 عہدوں پر بحالی کے لئے انٹرویو لینے کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، درخواست کی فیس امیدواروں کے کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 31 جولائی 2024 مقرر ہے، ویب سائٹ: www.iith.ac.in، ای میل: cpm-ai-coe@iith.ac.in

ٹیکنیشین کی 255 اسامیوں کے لیے فارم بھریں

(UPSSSC) نے بی سی جی ٹیکنیشین کے 255 عہدوں کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، اس کے لئے اہل امیدواروں سے 07 اگست 2024 تک آن لائن درخواست طلب کی گئی ہے، درخواست کی فیس 25 روپے ہوہے، اور یہ ایس بی آئی کے ای چالان کے ذریعے کرنا ہوگا، مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ: upsssc.gov.in

حوالدار سمیت 8326 اسامیوں پر بحالیاں

اسٹاف سلیکشن کمیشن (SSC) نے حوالدار اور ملٹی ٹاسکنگ اسٹاف کے 8326 عہدوں کو پُر کرنے کے لئے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، اس میں درخواست کی فیس 100 روپے ہے، ST/SC زمرہ، جسمانی طور پر معذور اور خواتین کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 31 جولائی 2024 ہے، ویب سائٹ: ssc.gov.in۔

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (پارا میڈیکل)

امارت شرعیہ کیمپس، پھلواری شریف، پٹنہ

داخلہ نوٹس

جو طالب علم انٹر Physics, Chemistry, Biology اور English سے پاس شدہ ہیں ان کے لئے ایک سنہرا موقع ہے۔ وہ طالب علم پارا میڈیکل کے ڈپلومہ کورس اور ڈگری کورس میں داخلہ لے کر اپنا مستقبل بنا سکتے ہیں، پارا میڈیکل کے ڈپلومہ کورس کی منظوری محکمہ صحت بہار سرکار اور ڈگری کورس کی منظوری بہار یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسس (BUHS) پٹنہ سے مستقل منظور شدہ ہے، خواہش مند طلبہ پارا میڈیکل کے دفتر سے مبلغ -/700 روپے جمع کر کے داخلہ فارم لے سکتے ہیں، پارا میڈیکل کے ڈپلومہ کورس میں Direct داخلہ لے کر اپنا مستقبل بنائیں۔

نوٹ:۔ درج ذیل موبائل نمبر پر داخلہ سے متعلق رابطہ کریں

6201503500, 99053554331,9631529759,7250222587,9430236042,8340240873

مولانا شبلی القاسمی	سید نثار احمد	ڈاکٹر فضیل احمد
(قائم مقام ناظم)	(قائم مقام سکریٹری)	(پرنسپل)
امارت شرعیہ	پارا میڈیکل	پارا میڈیکل

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مسلمان رحمٰن کے بندے بن کر زندگی گزاریں: مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی

سمستی پور کیوارث نگر، کلیان پور، جتوار پور اور موروا بازار حلقیمیں امارت شرعیہ کا جاری دعوتی و اصلاحی دورہ اختتام پذیر

آج یہ کہا جارہا ہے کہ مسلمانوں کے بے شمار مسائل ہیں؛ جن کو حل کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اس جانب ملت کی کوئی توجہ نہیں ہے۔ یاد رکھیے! کچھ کام تو ایسے ہیں؛ جن کو ملی تنظیمیں اپنی بساط بھر انجام دے رہی ہیں؛ مگر بعض بنیادی کام ایسے ہیں، جنہیں ہر فرد کو کرنے کی ضرورت ہے، وہ کام تنظیم کے کرنے کے نہیں بلکہ ہر ایک کے لیے انفرادی طور پر لازم اور ضروری ہے، اللہ پر ایمان لانا اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنا، زندگی گزارنے کی جو ہدایتیں رب العالمین اور اس کے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہیں؛ ان کے مطابق ہم میں سے ہر ایک فرد کو زندگی بسر کرنا ضروری ہے، اسلام ہم سے جس تزکیہ اور پاکیزہ عمل کا مطالبہ کرتا ہے، وہ ہمیں ہر حال میں لازما کرنا چاہیے، قرآن پاک میں ایک جگہ رحمٰن کے بندوں کی چند بنیادی صفات کا ذکر ہے، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ رحمان کے بندے زمین پر عاجزی اور تواضع اختیار کر کے چلتے ہیں اور جب نادان لوگ ان سے الجھتے ہیں تو وہ سلام کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں، وہ ہمیشہ جہنم سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، وہ زمین پر قتل و غارت گری اور بیہودہ و فحش کاموں سے اجتناب کرتے ہیں ان کے دن انسانوں کی مدد اور اعلائے کلمۃ اللہ میں اور شب اللہ کے حضور گریہ و زاری اور سجدہ و رکوع کی حالت میں گزرتی ہیں، وہ ہمیشہ اچھے معاشرہ اور صالح خاندان کی فکر میں رب سے دعا کرتے ہیں، لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ زمین پر رحمٰن کے بندے بن کر زندگی گزاریں! ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے زیر اہتمام، "موروا بازار" سمستی پور کے ایک بڑے اجلاس میں مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اپنے خطاب کے دوران کیا، اس وفد میں پٹنہ سے تشریف لائے ہوئے امارت شرعیہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نے اصلاح معاشرہ اور تعلیم کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے اپنے خطاب میں کہا کہ امارت شرعیہ موجودہ وقت میں مسلم آبادیوں کے تمام ذمہ داران، سرکردہ حضرات، ائمہ مساجد اور مقامی علماء کرام سمیت تمام دانشوران طبقہ سے گزارش کرتی ہے کہ مقامی سطح پر آپ حضرات اپنے علاقوں کی مکمل رہنمائی اور نگرانی کریں؛ جہاں جس چیز کی ضرورت محسوس ہو، اسے اپنے طور پر مکمل کرنے کی کوشش کریں، خصوصی طور پر مسلمانوں میں ایمان اور عقائد کی پختگی کیلئے فکر کی جائے؛ تاکہ وہ مشکل حالات میں بھی ایمان پر ثبات قدمی کے ساتھ قائم رہ سکیں، جوان طبقہ اور نئی نسل کی دینی و اخلاقی تعلیم کے لیے مکتب کا مستحکم نظام بنایا جائے اور نوجوان و خواتین کیلیے الگ الگ ہفتہ وار یا ماہانہ دینی اجتماعات اور حلقے کا نظم کیا جائے، برادری، ذات پات اور مسلکی جھگڑوں کو کم کیا جائے اور آپس میں اتحاد و اتفاق کی راہ ہموار کی جائے، پڑوس میں رہنے والے برادران وطن کے ساتھ اخلاق نبوی کا مظاہرہ کیا جائے، دیکھا جارہا ہے کہ لاک ڈاؤن کے بعد مدارس کی جانب ہماری نئی نسل کا رجوع بہت کم ہو گیا ہے؛ جو ملت اسلامیہ کے لیے باعث تشویش ہے، اس کے پیش نظر ہر آبادی میں حفاظ کرام اور علمائے کرام تیار ہوں، دوسری جانب عصری تعلیم میں بھی ملت کے نونہالوں کو آگے لانے کے لیے عملی اقدام کیے جائیں ہر محلّہ کی ذمہ دار کمیٹی بنائی جائے، جو گاؤں کا تعلیمی سروے کرنے کے ساتھ بچوں کے آگے کی تعلیم کی جانب رہنمائی کرے، ٹیکنیکل کی تعلیم کے لیے بچوں کو امارت شرعیہ کے آئی ٹی آئی کالج میں ضرور بھیجیں، جہاں کہیں ملت کا کوئی طبقہ امارت شرعیہ کی ضرورت محسوس کرے تو فوراً مرکزی دفتر یا مقامی قاضی شریعت سے رابطہ کیا جائے، وہیں اس موقع پر وفد میں شریک امارت شرعیہ کے تحت قائم دار العلوم الاسلامیہ کہ استاذ حدیث جناب مولانا مفتی ارشد قاسمی نے سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں سے متعلق نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آپ قوم و ملت کے ستون اور بنیاد ہیں آپ کو دین و دنیا دونوں کی تعلیم سے آراستہ ہو کر صالح معاشرہ کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ نشہ خوری، غلط کام اور موبائل کے غلط استعمال جیسے کاموں سے خود کو بچاتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا ہوگا۔ اس لیے کہ آپ کے کندھوں پر آنے والے وقت میں ملک و ملت اور پورے معاشرہ کی ذمہ داری ہوگی، دوسری جانب سمستی پور دار القضا کے قاضی شریعت جناب مولانا مفتی امان اللہ قاسمی نے امارت شرعیہ کے شعبہ دار القضا کا تفصیلی تعارف پیش کیا اور اس کے تحت ملت کی شرعی رہنمائی اور اسلامی فیصلوں کی اہمیت و فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ کوشش یہ کی جائے کہ خاندان میں اور میاں بیوی کے رشتے میں کسی قسم کا بگاڑ پیدا نہ ہو اور اگر ایسی نوبت آجائے تو دار القضا کی جانب رجوع کیا جائے۔ جب کہ پروگرام کی نظامت کے فرائض مولانا ظہیر الحسن شمسی نے انجام دیے اور تمام پروگراموں کے آغاز میں موصوف نے ہی امارت شرعیہ کے شعبہ جات کا تعارف اور اس کی سو سالہ خدمات پر روشنی ڈالتے رہے، واضح رہے کہ مسلمانوں میں دینی و تعلیمی بیداری لانے کی غرض سے گزشتہ 6/جولائی سے 13 جولائی تک سمستی پور کے کلیان پور وارث نگر پوسا فارم اور موروا بازار کے درج ذیل مسلم مواضعات میں امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کی جانب سے اصلاحی و دعوتی پروگرام منعقد کئے جارہے تھے اور اس سلسلے کا آخری پروگرام مان پورہ میں منعقد ہوا، ذہن نشین رہے کہ ان تمام پروگراموں میں مسلمانوں نے بڑی تعداد میں حصہ لیا اور ہر جگہ وفد کا شاندار استقبال کیا گیا اور لوگوں میں اس کے مثبت اثرات دیکھنے کو مل رہے ہیں، قابل ذکر ہے کہ ان جملہ پروگراموں کی ترتیب اور کامیابی میں امارت شرعیہ کے قدیم مبلغ جناب مولانا محمد ظہیر الحسن شمسی اور مولانا محمد جمیل اختر رحمانی نے غیر معمولی کردار ادا کیا اور پروگرام کا اختتام حضرت قائد محترم مفتی محمد ثناء الہدی کی دعا پر ہوا۔

امیر شریعت سادس کی حیات وخدمات پر سیمینار 20 / 21 / اکتوبر 2024ء کو

حضرت مولانا سید نظام الدین رحمہ اللہ کی شخصیت ہندوستان کے علمی و دینی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، امارت شرعیہ میں آپ کی پچاس سالہ خدمات آپ کیلئے بہترین ذخیرۂ آخرت ہے، آپ کی ملی، تحریکی و عملی زندگی نئی نسل کیلیے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے مولانا نظام الدین میموریل فاؤنڈیشن پٹنہ نے امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین رحمہ اللہ سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی حیات وخدمات پر دوروزہ سمینار کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جس کی تاریخ طے ہوگئی ہے، ان شاء اللہ یہ سیمینار مورخہ 20 / 21 / اکتوبر 2024ء کو المعہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں ہوگا، اس کے لئے دعوت نامہ مقالہ نگاروں کی خدمت میں بھیجا جاچکا ہے، مقالہ نگاروں سے درخواست ہے کہ وہ ۳۱/جولائی ۲۰۲۴ء تک اپنا مقالہ رمضمون ان پیج فائل میں ای میل seminarmn2024@gmail.com یا واٹس ایپ نمبر 9431623486 پر ارسال کردیں۔

نئی نسل میں فکری ارتداد کا بڑھتا ہوا رجحان اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا الیاس ثمر قاسمی

وہ اندلس جہاں پر مسلمانوں نے کم و بیش ایک ہزار سال تک اس شان سے حکومت کی وہ تمام علوم و فنون دینی و دنیوی، تہذیبی و ثقافتی، سیاسی و سماجی ہر اعتبار سے وہ پوری دنیا کے امام بن گئے تھے اور اس دور میں اندلس کو ایسی ہی مرکزیت حاصل تھی جیسی کہ آج امریکہ اور یورپ کو ہے، لیکن جب پندرھویں صدی کے اختتام پر سقوط اندلس کا المناک سانحہ پیش آیا اور اندلس تاش کی پتوں کی طرح بکھر گیا تو اس کے نتیجے میں مسلمان اگر ایک طرف سیاسی سماجی اور معاشرتی اعتبار سے بے حیثیت ہوگئے تو دوسری طرف علمی اور فکری اعتبار سے بھی ذلت و پستی کی کھائی میں جاگرا، تقریباً نو سال بعد سقوط اندلس کی شکل میں یورپ کو ملی یہ پہلی سب سے بڑی کامیابی تھی اور اسی دن سے یورپ میں ترقی کی گھنٹی بجنے لگی، یورپ کو دوسری بڑی کامیابی اس وقت حاصل ہوئی جب اس نے سقوط اندلس کے سو سال بعد ایک طرف امریکہ کو دریافت کیا تو دوسری طرف واسکوڈی گامانے ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کرلیا اور اٹھارہویں صدی کے اختتام پر انقلاب فرانس بھی مزید دوررس تبدیلیاں کرآیا اور اس طرح سے صدیوں سے جہالت کی تاریکی میں پڑا ہوا یورپ ترقی کی شاہراہ پر دوڑنے لگا، علوم و فنون کا لگایا ہوا وہ باغ جنہیں مسلمانوں نے اپنے خون جگر سے سینچا تھا اور شب و روز کی انتھک کوششوں اور محنتوں سے سائنسی انکشافات و ایجادات کا جو سرمایہ جمع کیا تھا، مسلمان یکدم اس سے محروم ہوگئے، یورپ نے اسی کو بنیاد بنا کر ترقی کے نت نئے راستے تلاش کئے، صنعتی انقلاب کا ایک نیا دور شروع ہوا، دیکھتے ہی دیکھتے یورپ ترقی کی معراج پر پہونچ گیا اور پوری دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھنے لگا اور اس خواب کو پورا کرنے کے لیے عالم اسلام پر عسکری حملوں کے ساتھ اسلامی تہذیب و ثقافت پر بھی حملے شروع کردیئے، آزادی اور جمہوریت کے نام پر دنیا کو ایک نئی تہذیب سے روشناس کرایا، فحاشی اور عریانیت کو آرٹ کا نام دیا گیا، الحاد و تشکیک کے نئے نئے دروازے وا کیے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا عالم اسلام اس فتنے کا شکار ہوگیا تو دوسری طرف ایک ایسا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم وضع کیا گیا جو اپنی اٹھان اور مزاج کے اعتبار سے لادینی و لامذہبی تھا، انگریز جہاں بھی گیا اپنی تہذیب و ثقافت اور کلچر کو ساتھ لے کر گیا، کیونکہ انگریز اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ مسلمان جب تک اپنے دین و مذہب، قرآن و سنت اور اپنی نمازوں اور روزوں سے جڑا رہے گا اس وقت تک ہم اپنے ہدف کو حاصل نہیں کرسکتے اور پوری دنیا پر حکمرانی کا ہمارا خواب پورا نہیں ہوسکتا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب کی وضع کردہ نصاب تعلیم کو پڑھ کر جو نسل تیار ہوئی وہ مسلم گھرانوں میں پرورش پانے کے باوجود لادینی و لامذہبی ہوتی چلی گئی، اپنے اسلامی عقائد چودہ سو سالہ قدیم اسلامی اقدار اور روایات اور تہذیب و ثقافت سے کوسوں دور ہوگئی، فکر و عمل کی قوت مسلوب ہوگئی اور اس طرح سے ذہنی و فکری ارتداد کا شکار ہوگئی، قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے تب جا کر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے، کیونکہ مغرب کا وضع کردہ یہ نصاب تعلیم اور تمام علوم و فنون دین فطرت کے خلاف سازش اور ایک مستقل بالذات ثقافت کا نقیب ہے واضح رہے کہ فکری ارتداد حقیقی ارتداد سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ ہمارے محلے اور معاشرے میں اگر کوئی دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرتا ہے تو اس کا احساس پورے معاشرے کو ہوتا ہے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، سارے رشتے توڑ لیے جاتے ہیں حتی کہ اسے اپنی محبوب بیوی تک سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور اس طرح وہ پوری قوم کی عتاب کا شکار بنتا ہے، لیکن اگر کوئی فکری ارتداد کا شکار ہوگیا تو پھر اس کا کوئی علاج نہیں، بلکہ ہزاروں کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے، آج کی صورت حال یہ ہے کہ ہماری نئی نسل کی ایک بڑی تعداد فکری ارتداد کا شکار ہیں، مزاج و مذاق، رہن سہن، بول چال وضع قطع، گویا کہ ہر چیز میں نئی نسل مغرب کی نقالی میں پیش پیش ہیں، مغرب سے اٹھنے والی ہر تحریر پر لبیک کہہ رہی ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ ان کی ذہن سازی کے لیے ہمارے پاس کوئی مضبوط لائحہ عمل نہیں ہے جس کے ذریعہ ہم اس طوفان کو روک سکیں، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہئے کہ ہم اس وقت تاریخ کے انتہائی مشکل ترین دور سے گزر رہے ہیں، تاریخ انسانی میں شاید اس درجہ فکری انحطاط کبھی نہیں آیا اور عالم اسلام پر مغربی استعمال کا یہ تسلط گزشتہ دو سے زائد صدی محیط ہے اور سیاست معیشت، ایڈمنسٹریشن، عسکری قوت، تعلیم فلسفہ، سائنس اور ٹیکنالوجی، ان تمام شعبوں میں مغربی استعمار کے یلغار اور ان کے گمراہ کن نظریات کے سامنے مسلسل سپر انداز ہیں، اس لئے بحیثیت علم دین سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ہماری ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کہ ہم دینی اقدار اور روایات، اسلامی عقائد و نظریات کے فروغ اور نئی نسل کی ذہنی و فکری تربیت کے لیے منظم طریقے پر اٹھ کھڑے ہوں یہی وقت کا تقاضہ ہے، نہیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم اپنی نئی نسل سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے، کیونکہ فکر و نظر کی درستگی ہی انسان کو اصلاح و ہدایات پر لگا سکتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم علوم دینیہ میں مہارت کے ساتھ بقدر ضرورت عصری علوم میں بھی مہارت پیدا کریں، قدیم و جدید کے علمی ذخیروں دور حاضر کی زبان اور آج کے مروجہ اصطلاحات سے واقفیت کے ساتھ میدان عمل میں آئیں اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمہور علماء امت کے بیان کردہ اصول و ضوابط کے دایرے میں رہ کر قرآن و سنت اور احادیث نبویہ کی عصری تطبیق امت کے سامنے پیش کریں، احکام شریعت کے اسرار و رموز بتلائیں، دعوتی مزاج بنائیں اور دعوت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں، اور "کنتم خیر امة اخرجت للناس" کی عملی تفسیر بن کر اسلامی عقیدہ و ثقافت علوم و فنون اور اقدار و روایات کے تحفظ کے لیے مورچہ سنبھالیں اور مغرب کی فکری و ثقافتی یلغار کا پوری قوت کے ساتھ دفاع کریں۔

نہ ساتھ دیگی یہ ٹمٹماتی شمعیں
نئے چراغ جلاؤ کہ روشنی کم ہے

Scanned with CamScanner

موجودہ فتنے اور چیلنجز

ڈاکٹر عبدالمجید ندوی

اس وقت پوری دنیا خصوصاً ملک ہندوستان میں اسلام کو کئی فتنوں اور چیلنجوں کا سامنا ہے، یہ دور انٹرنیٹ اور موبائل کا دور ہے، اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں؛ لیکن اس کے نقصانات بے شمار ہیں، جس سے ہمارے دل و دماغ ، ذہن وقلوب مسموم ہو رہے ہیں، اب شیطان کو ہر آدمی کے پاس رابطہ کرنے کے لیے الگ سے ایجنٹ بھیجنا نہیں پڑتا، موبائل ہی اس کا ایجنٹ ہے، موبائل کے ذریعہ آدمی کو جس قدر گناہ میں ملوث کردے وہ گمان سے باہر ہے اور پھر ارتکاب گناہ پر کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں، رات کی تاریکی میں دن کے اجالے میں جتنا چاہے غلط اور فحش چیزیں دیکھ لے کوئی منع کرنے والا نہیں، چھوٹے چھوٹے بچے جو مراہقت کے دور سے گزر رہے ہیں، جنہیں اچھے برے کی کوئی تمیز نہیں ان کے ہاتھ میں موبائل ہے، بستر پر لیٹ کر چادر کی اوٹ میں منہ چھپا کر تمام وہ غلط حرکتیں کرتے ہیں کہ شیطانیت بھی شرما جائے، جسے شیطان بھی کرنے پر آمادہ نہ ہو، ان وجوہات کی وجہ سے سماج میں برائیاں عام ہو رہی ہیں، پرانے اقدار آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں، بڑے چھوٹے کا ادب جاتا رہا، بے حیائی اور بے پردگی کا چلن بڑھ گیا، پھر اسکولوں، کالجوں میں خدا بیزار نصاب تعلیم بھی فتنہ کا بہت بڑا سبب ہے، اس کی وجہ سے معصوم بچوں کی زندگی پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے، انٹرنیٹ، موبائل، مخلوط تعلیم اور خدا بیزار نصاب تعلیم کی مجموعے نے ہمارے بچے اور بچیوں کی زندگی کو اجیرن بنا دیا ہے، ان کی سوچ بدل گئی، انہیں دین سے نفرت اور وحشت ہونے لگی، ان کے نزدیک اللہ اور رسول سے زیادہ فلمی اداکاروں اور اداکاراؤں کی اہمیت ہوگئی ہے، ان کے نزدیک سیرت وسوانح جیسے تعمیری ادب سے زیادہ اہمیت فحش لیٹریچر، ناول اور افسانہ کی ہوگئی ہے، ان عوامل کی وجہ سے ان کے دماغ میں دین کی اہمیت جاتی رہی، مسلم لڑکیاں ہندو لڑکوں کے ساتھ بھاگنے لگیں اور ان سے شادی کر کے مرتد ہونے لگیں، ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہا کہ وہ ہندو لڑکے کے ساتھ جا رہی ہے یا مسلمان لڑکے کے ساتھ، آج اس طرح کے بے شمار واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہیں، ہندو تنظیمیں بھی اس میں اہم رول ادا کر رہی ہیں، آر ایس ایس اور وشو ہندو پریشد چاہتی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مسلم لڑکیوں کو ہندو لڑکوں سے شادی کرا کے انہیں ہندو بنا لیں؛ کیونکہ انہیں یہ یقین ہوگیا ہے کہ چاہے جتنے حربے اختیار کرلو مسلمان ہندو نہیں بن سکتے، آخری حربہ یہی ہے کہ مسلمان لڑکیوں کو کسی طرح بہلا پھسلا کر اور لالچ دے کر اپنا بنالو اور ان سے شادی کر کے انہیں ہندو بنالو، یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ لڑکیوں کے اس حد تک بگڑنے کے ذمہ دار صرف مذکورہ وجوہات ہی نہیں ہیں؛ بلکہ مسلم سوسائٹی میں پھیلے غلط رسوم و رواج اور غیر شرعی امور کا عام ہونا بھی ہے، تلک جہیز، شادی بیاہ میں فضول خرچی اور اسراف کا عام ہونا اور اس کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی میں بلوغت کے بعد بھی تاخیر در تاخیر ہونا یہ بھی ایک لمحۂ فکریہ ہے، آج شادیوں میں فضول خرچی اور اسراف اس قدر عام ہوگیا ہے کہ شادی عام لوگوں کے لیے کوہ گراں بن گئی ہے، جس کی وجہ سے معاشرہ میں مختلف قسم کی برائیاں پھیل رہی ہیں، اس لیے ارباب حل وعقد، علمائے کرام اور اہل دانش کو اس بارے میں سنجیدگی سے غور وفکر کرنا پڑے گا اور اس لاینحل مسالہ کا تشفی بخش حل نکالنا ہوگا، اچھا تو یہ ہوگا کہ ہم اپنے بچوں کو ان تعلیمی اداروں میں بھیجنے سے گریز کریں اور حتی الامکان مسلمان پنچایت سطح یا بلاک سطح پر ایسے تعلیمی ادارے کھولیں جہاں ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام اپنے حساب سے کرسکیں، جہاں مخلوط تعلیم اور خدا بیزار نصاب تعلیم کی کوئی جگہ نہ ہو، اس کے بعد یہ عہد کریں کہ معاشرہ سے تلک جہیز اور دیگر غیر شرعی رسوم ورواج ختم کرینگے، ساتھ ہی شادی میں فضول خرچی اور اسراف سے بھی بچیں گے؛ تاکہ عام آدمی کے لیے بھی شادی آسان ہو جائے اور برائیوں کے دروازے بند ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ’’ افضل النكاح بركة ايسره مؤنة‘‘ افضل نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو۔

مسئلے کا حل کیا ہے: سماج میں جب کوئی فساد یا بگاڑ آتا ہے اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے ؟ اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے سماج کے ذی ہوش اور اہل علم پر، قوم کے قائد، لیڈر، رہنما اور سربرآوردہ لوگوں پر اور وارثین انبیاء علماء کرام پر، ارباب حل وعقد پر، قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کو ان پر کئی چیزوں میں فوقیت دی تھی، تمہیں کئی نعمتوں سے نواز کر دوسروں سے ممتاز کیا تھا؛ لیکن تم نے قوم کی بھلائی کے لیے کچھ نہیں کیا، کیا ایسے نازک موقع پر تم نے قوم کی خاطر کوئی قربانی پیش کی، کون سا کارنامہ انجام دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ’’كلكم راع وكلكم مسئولون عن رعيته‘‘ قوم کے سرداروں سے قوم کے متعلق پوچھا جائے گا کہ جب تمہاری قوم راستہ سے بھٹک رہی تھی تو تم نے ان کی رہنمائی کیوں نہیں کی، لوگ مرتد ہو رہے تھے تم نے فتنۂ ارتداد کے سدباب کے لیے کوئی تدبیر کیوں نہیں کی، تمہارے درمیان کوئی ابوبکر جیسا جیالا نہیں تھا جو کہتا " أينقص الدين و انا حي " اس لیے حقیر کا مشورہ ہے کہ اہل فکر اور اہل رائے حضرات کسی ایک جگہ جمع ہو کر موجودہ فتنوں اور چیلنجوں سے نمٹنے کیلئے غور وفکر کریں اور معاشرے سے تمام برائیوں کو ختم کرنے کے لیے عزم بالجزم کریں، کانفرنس کرلینا، اجلاس بلا لینا اس میں تجاویز پاس کرلینا اور لمبی چوڑی باتیں کرلینا ہی مسئلے کا حل نہیں ہے، اس کے لیے ٹھوس قدم اٹھانا ہوگا، برائی کے خاتمہ کے لئے عزائم اور منصوبے بنانے ہوں گے، ایسا خاکہ تیار کرنا ہوگا جس سے ہدف کو پایا جاسکے، قوم کے لیے قربانی دینے کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا، ایک دوسرے کو موجودہ دور کے سلگتے ہوئے مسائل کی طرف متوجہ کرنا ہوگا، اگر ممکن ہو سکے تو گمراہ کن تعلیمی اداروں کی جگہ اپنا تعلیمی ادارہ کھولیں، اس میں کتاب وسنت کی روشنی میں لڑکی اور لڑکیوں کے لیے عصری ودینی تعلیم کا انتظام کریں اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو پہلے سے قائم مدارس ہی میں دسویں تک عصری تعلیم کا مکمل انتظام کریں، خصوصاً لڑکیوں کے جو مدارس چل رہے ہیں ان میں عصری تعلیم کا ضرور انتظام ہونا چاہیے؛ تاکہ غیروں کے تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم حاصل کرنے کیلیے ہماری لڑکیوں کو نہ جانا پڑے، اگر آج ہم نے ان فتنوں سے نمٹنے کیلئے کچھ نہیں کیا تو کل قیامت کے دن یہی بچیاں ہمارا گریبان پکڑ کر سوال کریں گی کہ تم نے ہماری گمراہی سے بچنے کا کیا سامان کیا تھا، اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور ان چیلینجز سے نمٹنے کے لیے کوئی تدبیر نہیں کی تو اس سے بڑا المیہ کیا ہوگا، اگر ہم نے نسل نو کی تعلیم وتربیت کے لیے اپنے حساب سے کوئی انتظام نہ کیا تو غیر کرے گا اور وہ اپنے حساب سے کرے گا، جہاں ممکنہ فتنے کا پیدا ہونا لازم ملزوم ہوگا اس لیے خدا کے واسطے کچھ کرنے کا عزم کریں، کیا ہمارے ترکش میں ایک بھی تیر نہیں بچا ہے جس سے ہدف کو پایا جاسکے۔

نیا قانون بنانے میں جلد بازی قرین مصلحت نہیں

خواجہ عبدالمنتقم

کوئی بھی نیا قانون بنانے میں جلد بازی نہیں کی جانی چاہیے اور ایسا ہوتا بھی نہیں ہے چونکہ کسی قانون کے مسودے کو حتمی شکل دینے میں ایک زمانہ آزمودہ طریقہ اپنایا جاتا ہے جس کا ہم قانون سازی سے متعلق مضامین میں حوالہ دیتے رہے ہیں۔ ہاں اگر ایمانداری سے یہ طریقہ نہیں اپنایا گیا ہے تو اس ضمن میں شکایت تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد درست قرار دی جاسکتی ہے لیکن اگر اس ضمن میں ایمانداری سے کام لیا گیا ہے تو تنقید برائے تنقید کی راہ اختیار کرنا مناسب نہیں۔ کچھ ایسا ہی معاملہ نئے تعزیری قوانین کا بھی ہے۔

وضع قانون ایک ہفت خواں ہے، یعنی رستم کی سات مہمیں، جسے طے کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے لیے ایسی ایسی کٹھن منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے کہ اگر ان کی بھول بھلیوں میں قافلے بھی بھٹک جائیں تو تعجب نہیں۔ آیئے اب اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ منزلیں کون کون سی ہیں۔ قانون وضع کرنے کے لیے کیبنٹ کو مجوزہ قانون سے متعلق تمام پیچیدگیوں پر غور کرنا پڑتا ہے اور اس بات کا پورا پورا دھیان رکھنا پڑتا ہے کہ قانون کی شکل ایسی ہونی چاہیے جو ملک کے تمام لوگوں کو بلا حیل وحجت یا بنا ان کے جذبات مجروح ہوئے، قابل قبول ہو اور اس سے ان کی ضروریات پوری ہوں اور جو دشواریاں درپیش ہیں وہ دور ہوسکیں۔ کیبنٹ کی منظوری کے بعد متعلقہ وزارت بھی ان تمام پیچیدگیوں پر غور کرتی ہے اور ایک واضح تجویز وزارت قانون کو بھیجتی ہے۔ وزارت قانون میں واضع قانون (Legislative Counsel) کو، قانون وضع کرتے وقت بہت سی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے جیسے قانون وضع کرنے کے لیے جو ہدایات دی گئی ہیں، انہیں ٹھیک سے سمجھنا، ان کا تجزیہ کرنا، دستیاب یا حاصل کردہ امدادی مواد کی مدد سے مسودہ (ڈرافٹ) تیار کرنا، ڈرافٹ تیار کرنے کے بعد اسے حتمی شکل دینے سے قبل اس کی باریکی سے جانچ پڑتال کرنا وغیرہ۔

مسودہ تیار کرنے والے افسر کی حتی الامکان کوشش یہی ہوتی ہے کہ ملک وعوام کے سامنے ایک ایسا قانون رکھا جائے جس میں کوئی خامی نہ ہو، لیکن غلطی کرنا انسانی فطرت ہے۔ واضع قانون، قانون وضع کرنے کے بعد اس کو ایک بل کی شکل دیتا ہے اور وہ بل ایک جمہوری حکومت میں ہمارے ملک کی طرح پارلیمنٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہاں پر مکمل بحث کی جاتی ہے، بل کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جاتا ہے اور اگر کوئی بل تکنیکی نوعیت کا ہے، جس کے مثبت اور منفی اثرات پر غور کرنا اشد ضروری ہے تو ایسے بل مختلف پارلیمانی کمیٹیوں کے حوالے کردیے جاتے ہیں، جو اس کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کرنے کے بعد اپنی رپورٹ دیتی ہیں۔ پھر ان رپورٹوں پر تفصیلی بحث ہوتی ہے اور اس بحث کے بعد اگر کچھ ترامیم ضروری ہوں تو وہ ترامیم کی جاتی ہیں۔ بعدازاں ان ترامیم کو اس بل میں حسب ضرورت شامل یا نہ شامل کر کے ایوان کے ذریعہ پاس کردیا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ بل راشٹر پتی کو، ان کی منظوری کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔ راشٹر پتی اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس بل میں کچھ کمیاں ہیں یا قابل اعتراض باتیں ہیں تو وہ بل واپس بھیج سکتے ہیں۔

مجموعہ تعزیرات بھارت کا مسودہ تیار کرنے میں کئی دہائیاں لگ گئی تھیں جس کی تفصیل مابعد درج ہے اور یکساں سول کوڈ مختلف پیچیدگیوں کے سبب تاہنوز ڈرافٹ نہیں کیا جاسکا ہے اور نہ ایسا ہونے کا امکان ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ قانونی خدمات اتھارٹیز ایکٹ (Legal Services Authorities Act) غیر معیاری ڈرافٹنگ کے سبب کافی عرصے تک تنقید کا موضوع رہا۔ جو قوانین تمام مثبت ومنفی پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد بنائے جاتے ہیں، وہ دہائیوں تک نافذ العمل رہتے ہیں اور ان میں بہت کم ترامیم کی جاتی ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے تعزیرات ہند (آئی پی سی) جو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تقریباً اسی شکل میں کچھ ملکی ترامیم کے ساتھ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور سنگاپور میں لاگو رہی۔

تعزیرات ہند کا مسودہ تیار کرنے کی ذمہ داری ہندوستان کے پہلے لاء کمیشن کو، جو چارٹر ایکٹ، 1833 کے تحت قائم کیا گیا تھا، سونپی گئی تھی۔ اس کمیشن کے سربراہ لارڈ بیبنگٹن میکالے تھے۔ اس تعزیرات کا مسودہ تیار کرنے کے لیے لارڈ میکالے کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کے دیگر اراکین میک لیوڈ، اینڈرسن اور ملٹس تھے۔ اگرچہ مجموعہ تعزیرات ہند کا مسودہ تیار کرنے کا کام لارڈ میکالے کی سربراہی میں ہوا مگر افسوس کہ 1860 میں لارڈ میکالے اس کی حتمی شکل پر نظر نہیں ڈال سکے چونکہ وہ ایک سال قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔ اس کوڈ کا پہلا مسودہ ہندوستان کے اس وقت کی گورنر جنرل آف انڈیا کونسل کے روبرو 1837 میں رکھا گیا تھا۔ اس کے بعد اس میں اور ردوبدل کیے گئے۔ ڈرافٹنگ کا کام 1825 میں مکمل ہوا اور اسے مجلس قانون ساز نے 1856 میں بغرض غور پیش کیا لیکن 1857 کی جنگ آزادی کے نتیجہ میں جو ہنگامی صورت حال ملک میں پیدا ہوئی (بقیہ ص: ۱۳ پر)

Scanned with CamScanner

اردو زبان کی عالم گیر مقبولیت - اسباب و محرکات

پروفیسر عبدالبرکات

اردو خالص ہندوستانی زبان ہے اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب وثقافت کی امین بھی ہے۔ اس لیے اردو زبان میں شعر وادب کی تخلیق کے ابتدائی دور سے ہی اس کی جستجو ہونے لگی کہ یہ زبان کب، کہاں اور کس علاقہ میں جلوہ افروز ہوئی۔ اس سلسلے میں محمد حسین آزاد کی کتاب ''آب حیات''، رام بابو سکسینہ کی کتاب ''تاریخ ادب اردو''، نصیر الدین ہاشمی کی کتاب ''دکن میں اردو''، حافظ محمود خاں شیرانی کی کتاب ''پنجاب میں اردو''، سید سلیمان ندوی کی ''نقوش سلیمان''، پروفیسر مسعود حسین خاں کی ''مقدمہ تاریخ زبان اردو''، شوکت سبزواری کی ''داستان زبان اردو''، محی الدین قادری زور کی ''ہندوستانی لسانیات''، اختر اورینوی کی کتاب ''بہار میں اردو زبان وادب کا ارتقا'' کے علاوہ ڈاکٹر جمیل جالبی جیسے مستند محققین اور ماہر لسانیات کی مطبوعات قابل توجہ اور اہمیت کی حامل ہیں۔

درحقیقت سندھ پر 711ء میں مسلم حکمران کی علمداری کے بعد مسلم حکمراں، تجار اور مبلغ اسلام ہندوستان آتے رہے لیکن 1194ء میں دہلی پر محمد شہاب الدین غوری کی علمداری اور 1206ء میں قطب الدین ایبک کو سلطان خطاب کے ساتھ 'دہلی سلطنت' کا قیام واستحکام حاصل ہوا اور اس علاقہ میں مسلمانوں کی چلت پھرت بڑھ گئی۔ دہلی جو جمنا ندی کے کنارے آباد ہے، اس کے اطراف نئی بستیاں آباد ہونے لگیں۔ باغپت، میرٹھ، مرادآباد، شاہ جہاں پور وغیرہ میں مقامی لوگوں کے ساتھ عربی، فارسی اور ترکی بولنے والے لوگ بھی آباد ہونے لگے۔ اس طرح اس دوآبۂ گنگ وجمن میں ایک نئی تہذیب وثقافت پرورش پانے لگی۔ درحقیقت دوآبۂ گنگ وجمن کے مقامی لوگ سنسکرت، برج بھاشا، کھڑی بولی، ہریانوی اور شورسینی زبانیں بولا کرتے تھے جن کا سابقہ عربی فارسی اور ترکی زبان بولنے والوں سے پڑا۔ آپسی میل جول، اختلاط اور ضروریات زندگی کی تکمیل میں ایک نئی زبان کا ہیولا تیار ہونے لگا۔

ابتدائی دور کے کلام پر عربی، فارسی، ترکی کے ساتھ اودھ کے علاقہ میں بولی جانے والی زبان برج بھاشا کے گہرے اثرات ہیں۔ غالبًا اسی وجہ سے امیر خسرو اپنی تخلیقات کو ہندوی کہتے ہیں جس میں فارسی رسم خط میں بھی لکھے ہوئے کلام ہیں۔ لہٰذا امیر خسرو کے ادبی سرمایہ پر اردو سے زیادہ ہندی والے دعوی کرتے ہیں۔ ماہرین لسانیات کے مطابق اس دوآبۂ گنگ وجمن میں بولی جانے والی برج بھاشا، کھڑی بولی ہریانوی شورسینی میں کھڑی بولی کے ڈھانچہ یا ساخت پر نمایاں ہونے والی زبان اردو کے نام سے موسوم ہوئی۔ لہٰذا افعال وضمائر اور جملوں کی ساخت ایک ہونے کی وجہ سے دیوناگری اور فارسی رسم خط میں لکھی جانے والی مخلوط زبان اردو کو ہندوستانی اور ریختہ بھی کہا گیا اور لکھاوٹ کی تفریق کے باوجود کوئی اختلاف نہیں تھا۔ چوں کہ اردو ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی لشکر ہوتا ہے۔ اس تناظر میں انگریزوں نے سیاسی فائدہ اٹھانے کے لیے اردو کو لشکری زبان قرار دیا اور سنجیدہ غور وفکر کے بغیر عوامی سطح پر یہی لکھا پڑھا اور پڑھایا جانے لگا۔ ہم لوگ بھی حصول سند کے دور تک یہی سمجھتے رہے کہ اردو لشکری زبان ہے۔ دراصل اردو ایک مخلوط زبان ہے اور زبان سے ادب کی طرف مراجعت کرتے ہوئے عوامی سطح پر لوگوں کے خیالات وجذبات کی ترجمانی کے لیے دوسری زبانوں کے برمحل الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کے لیے ہمیشہ اپنا دروازہ کھلا رکھا جس کی وجہ سے اردو زبان وادب کی توسیع دن دونی رات چوگنی ہوتی گئی۔ سفرِ اردو زبان پر روشنی ڈالتے ہوئے اس روایت کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اردو میں اصلاحِ زبان پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ بیسویں صدی کی پانچویں دہائی تک جو اردو قاعدے پڑھائے جاتے تھے، ان میں ایک بغدادی قاعدہ تھا جس میں تیس حروف تھے اور عربی حروف تہجی کے مطابق ترتیب دیا گیا تھا مثلاً: آ ب ت ث ج ح خ د ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ ء ی۔

فارسی کے پانچ حروف پ، چ، ژ، گ اور ے، کے ساتھ اردو کا نیا قاعدہ بھی چلن میں آگیا کہ انھیں دنوں ہندی کے تین حروف ٹ، ڈ کو اردو حروف تہجی میں اور مخلوط حروف بھ، پھ، تھ وغیرہ کو ہندی حروف تہجی کے تحت الگ عبارت میں شامل کر کے جدید اردو قاعدہ آگیا۔ بغدادی قاعدہ ختم کر کے ہم لوگ خوش ہو جاتے تھے کہ ہم نے قاعدہ پڑھ لیا لیکن جدید اردو قاعدہ مذکورہ حروف کے ساتھ پڑھایا اور مشق کرایا جانے لگا تو طبیعت پر گراں گزرنے لگا۔ اس وقت کے بعض قاعدہ میں 'ۃ' اور 'لا' کا بھی اضافہ ملتا، آج جب کہ یہ دونوں حروف اردو کے حروف تہجی سے خارج ہیں۔ پھر بھی کچھ اہل قلم حضرات 'ہے' کی جگہ ھے، ھلدی، دھی وغیرہ اور انھیں، انھوں، جنھیں کی جگہ انہیں، انہوں اور جنہیں تحریر کرتے ہیں تو طبیعت کو گراں گزرتا ہے۔ اس ترمیم واضافہ سے واضح ہوتا ہے کہ ابتدائی دور سے ہی اردو داں طبقہ زبان و بیان اور املے جملے کی درستگی پر خصوصی توجہ دینے لگے اور یہ سلسلہ ابھی تک برقرار ہے۔ ابتدائی دور کی نثری وشعری تخلیقات میں استعمال ہونے والے سیکڑوں الفاظ وتراکیب املے کی شکل، وقت اور حالات کے تھپیڑوں سے نکھر سنور کر تبدیل شدہ نئی شکل میں چلن میں آگئے ہیں اور جن الفاظ وتراکیب سے بلاغت ونفاست متاثر ہوتی تھی، ان کو ترک بھی کر دیا گیا ہے۔ کل اور آج کی مطبوعات کے تقابلی جائزہ سے ان کو نشان زد کیا جا سکتا ہے کہ کتنے الفاظ متروک ہو گئے ہیں۔ اس حوالہ سے امیر خسرو، حاتم، مظہر جانِ جاناں، انشاء اللہ انشاء کی ابتدائی کاوشیں اردو زبان کی سمت ورفتار متعین کرنے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پروفیسر اعجاز حسین کے مطابق: ''زبان کی اصلاح برابر جاری ہے۔ ثقیل الفاظ برابر نکالے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زبان میں صفائی اور روانی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ مگر پھر بھی نت، ٹک، داچھڑے، جھگڑا، زور (بہت) وغیرہ ابھی اپنی جگہ قائم ہیں۔ ہندی کے الفاظ بھی لائے گئے مگر نرم اور فصیح'' مختصر تاریخ ادب اردو)

مختصر یہ کہ زمانہ کی روش کے مطابق اردو زبان و بیان میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔ نتیجتاً عصری میلان ورجحان کے ساتھ عوامی جذبات وخیالات کی ترسیل کے لیے الفاظ وتراکیب اور مصطلحات بھی وضع ہوتے رہے ہیں۔ ہندی کا رواج عام ہوا تو ہندی کے نرم، سبک اور فصیح اور انگریزی کا چلن عام ہونے پر اس کے الفاظ، تراکیب اور مصطلحات اور دوسرے زبانوں کے الفاظ واسماء کو اردو نے اپنی تہذیب وثقافت اور مزاج میں ڈھال لیا۔ پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق: اردو ایک Pan Language ہے عالمی سطح یعنی Global پر دنیا کی کسی بھی زبان میں اتنی زبانوں کے الفاظ نہیں ملتے۔ اردو میں ہندوستانی الفاظ کی تعداد 73.5 فیصد، سامی، فارسی اور ترکی الفاظ کی تعداد 25.5 فیصد اور یوروپی الفاظ کی شمولیت 2 فیصد'' (اردو لسانیات کی تدریس: پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی)

اردو زبان کی اس عالمگیر مقبولیت کی وجہ میرے خیال کے مطابق دو ہیں: (1) اردو کا صوتی نظام اور (۲) اردو رسم خط کی انفرادی شناخت۔ صوتی نظام کو ان کی اساس قرار دیا جاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اردو کا صوتی نظام میں لچک ہے۔ دراصل بطور مخلوط زبان اردو کی نشو ونما ہوئی اس لیے اس کے صوتی نظام میں پھیلا پن پیدا ہو گیا اور عوام پسند یا مقبول عام الفاظ اور اشیاء کے نام، جو مافی الضمیر کے اظہار میں معاون ہوں، ان کو بے جھجھک اپنانے کی روایت چل پڑی۔ حتی کہ الفاظ و اصطلاحات کے ساتھ لب ولہجہ اور انداز بیان کے رویہ کو تبدیل کرنے میں بھی اردو داں گریز نہیں کرتے ہیں۔ پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی صاحب نے غالبًا پرانے ڈیٹا کے مطابق تحریر کیا ہے: ''اردو کے صوتی نظام کی کل تعداد 36 ہے۔ ہمزہ (ء) در اصل Diacratical ہے جو حروف تہجی میں شامل نہیں ہے۔ اردو میں 15 ہکاری آوازوں یعنی Aspirated Sounds کو ملا کر کل 51 آوازیں ہیں۔ یہ ترتیب ابجدی نظام سے مختلف ہے۔ اردو زبان کی روایت تقریباً نو سو سال پرانی ہے۔ اردو کا اسکرپٹ/ رسم الخط Pero Arabic ہے۔ اس رسم خط میں دنیا کی کئی بڑی زبانیں مثلاً عربی، فارسی، پنجابی، کشمیری، سندھی، پشتو، ترکی، بلوچی، سائیکی، ازبک اور تاجی وغیرہ شامل ہیں۔ مگر اردو میں یہ خط صوتی نہ ہو کر صوری ہے۔'' (اردو لسانیات کی تدریس: پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی)

درحقیقت صوتی نظام کے حوالے سے معاملہ مذکورہ بیان کے برعکس ہے گرچہ ہمزہ اپنی انفرادی آواز نہیں رکھتا۔ کیوں کہ اس کے تلفظ میں انفرادیت نہیں ہے اس لیے کسی مصدر یا جمع بنانے کے لیے آخر میں ہمزہ نہیں لکھا جاتا ہے مثلاً اخفاء شعراء ادبا وغیرہ لیکن لفظوں کے جوڑ سے بامعنی ترکیب بنانے کے لیے ہمزہ تحریر کرنا ناگزیر ہے جیسے دریائے لطافت، شعرائے اردو، تحفہ خلوص وغیرہ۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں: ''ہمزہ اردو میں مستقل حروف کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے یہ قاعدہ یاد رکھنا چاہیے اور اس بات کو نہ بھولنا چاہیے کہ ہمزہ، الف کا قائم مقام ہے۔ جب دو حرف علت اپنی اپنی آواز الگ دیں تو ان کے بیچ میں ہمزہ آ سکتا ہے، نہیں تو نہیں۔ اس لیے آؤ، جاؤ وغیرہ میں ہمزہ لکھنا چاہیے۔'' (اردو کیسے لکھیں (صحیح املا) رشید حسن خاں) اردو کے صوتیاتی علوم پر دسترس رکھنے والے دانشور بابائے اردو مولوی عبد الحق، عبد القادر سروری، عبد الستار صدیقی، رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ، شان الحق حقی وغیرہم نے مخلوط حروف کے ساتھ 53 حروف کو تسلیم وتعین کیا لیکن اکیسویں صدی سے شعبہ ابلاغ وترسیل میں جو انقلاب برپا ہوا ہے اور کمپیوٹر سے اردو کی ہم آہنگی کے سبب کی بورڈ سے اردو کے دوستانہ مراسم قائم کرنے کے لیے نون غنہ کو شامل کرتے ہوئے اس کی تعداد 54 کردی گئی ہے۔ نیز نون غنہ (ں) ایک حرف کا درجہ رکھتا ہے اور موسیقی میں اس کی غنائیت بھی نمایاں ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے خیالات، جذبات، پیغامات اور معاملات کی ترسیل بذریعہ موبائل بھی آج ہو گئی ہے۔ لہٰذا حسب ذیل مکمل حروف تہجی سوشل میڈیا پر بھی گشت کر رہا ہے: ا، آ، ب، بھ، پ، پھ، ت، تھ، ٹ، ٹھ، ث، ج، جھ، چ، چھ، ح، خ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ذ، ر، رھ، ڑ، ڑھ، ز، ژ، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، کھ، گ، ل، لھ، م، مھ، ن، نھ، ں، و، ہ، ء، ی، ے۔

حروف تہجی آوازوں کی علامت ہے۔ جو تحریری شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ حرف تنہا آواز کی ایک تحریری علامت ہے۔ اس سے بھی انکار ممکن نہیں کہ اردو حروف تہجی میں چند حروف ایسے ہیں جن کی انفرادی آواز، واضح نہیں ہوتی۔ پھر بھی ان کو حروف تہجی میں کیوں شامل کر لیا گیا!! مثلاً ہمزہ، نون غنہ وغیرہ۔ لیکن جن حروف کی آواز نمایاں نہیں ہوتی وہ بھی صوتی نظام کا حصہ ہیں اور ایسے کسی بھی سسٹم (نظام) میں کچھ اجزاء ایسے ہوتے ہیں جن کا عمل بظاہر نظر نہیں آتا لیکن اس کی بہبود میں ان کی کارکردگی نمایاں ہوتی ہے۔ مثلاً نظام جسم میں اپینڈیکس کو زائد یا غیر ضروری تصور کر کے بچپن میں ہی نکال دینے کی طرح ڈالی گئی لیکن جب انسان کی روئیدگی میں اس کا منفی اثر دیکھا گیا تو بہ وقت بیماری یا معالجہ کی ضرورت اس کو سرجری کے ذریعہ الگ کیا جانے لگا۔ لہٰذا مذکورہ حروف؛ اردو کے صوتی نظام میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ دراصل اردو تحریروں میں اعراب لگانے کا چلن عام نہیں ہے لیکن جب موسیقی کار اردو الفاظ کو رومن رسم خط میں تحریر کرتے ہیں تو ایک ایک حرف کھل جاتا ہے اور ہر حرف کا عدد متعین ہے۔ لہٰذا شاعری میں صوتیات کی بنیاد پر الفاظ کی ترتیب وتنظیم سے ہی نغمگی پھوٹتی ہے اور غنائیت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے نغمہ نگار ایک ایک حرف کی ترتیب اور نشیب وفراز پر توجہ دیتے ہیں۔ چوں کہ اردو میں حروف 54 ہیں اس لیے موسیقی کار کے سامنے سُر کے 54 در کھل جاتے ہیں اور ہر در سے نکلنے والی آواز دھن سے ہم آہنگ ہو کر سحر پیدا کر دیتی ہے۔ اردو کے تمام (ٹ۔ ڈ۔ ڑ۔ ژ سے قطع نظر) حروف سبک اور ملائم ہیں۔ ان میں کرختگی نہیں ہے۔ اس لیے ان کے موزوں جوڑ کے بامعنی الفاظ کو شاعرانہ طرز میں پرونے سے جو نغمگی پھوٹتی ہے، موسیقی سے اس کی ہم آہنگی میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی ہے۔ اس لیے موسیقی کی دنیا میں، اردو شاعری کی دھوم ہے۔ لہٰذا ابتدائی درجات کے لیے مذکورہ حروف تہجی کی بنیاد بنا کر کتابیں تیار کرنا اکیسویں صدی کا تقاضہ ہے۔

رسم خط زبان کی جان ہوتی ہے۔ کیوں کہ تمام علمی وادبی اثاثے اس رسم خط کے حوالے سے محفوظ ہوتے ہیں جو قومی شناخت کی علامت بنتے ہیں لیکن جیسے ہی رسم خط تبدیل ہوتی ہے وہ علمی وادبی سرمایہ، نئی نسل کے لیے معدوم ہو جاتے ہیں اور قدیم وجدید کے درمیان میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے جس کو تاریخ عبوری دور کا نام دیتی ہے۔ کسی بھی علمی وادبی کارنامے کو اسی مزاج اور تہذیب وثقافت کے تناظر میں دوسری رسم خط میں منتقل نہیں کیا جا سکتا تخلیق ادب میں تحریر کے دورانیہ، جو کیف اور کیفیت ہوتی ہے، اس کی منتقلی ممکن نہیں۔ قرۃ العین حیدر نے ایک سوال کہ اتنے بڑے انگریزی اخبار میں صحافی ہیں پھر بھی آپ اردو میں ناول لکھتی ہیں کے جواب میں کہا کہ اردو میری سرشت میں شامل ہے۔ اردو میں سوچتی ہوں اور جس طرح فکشن کی تخلیق میں؛ اپنے خیالات وتصورات کو اردو میں پیش کرتی ہوں، انگریزی میں ممکن نہیں ہے۔ ہاں! معلومات فراہم کرنے والی علمی اور غیر تخلیقی تحریروں کی رسم خط کی منتقلی ممکن ہے۔

Scanned with CamScanner

قیامت کے قریب برپا ہونے والے فتنے

مولانا نسیم اختر شاہ قیصر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحثیت رسول مبعوث فرمائے گئے، رب دو جہاں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغامبر بنا کر اس دنیا میں بھیجا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا فرمایا جو پیغام تھا وہ پہنچایا جو احکامات تھے ان سے واقف کرایا، جو تاکیدات تھیں ان کی خبر دی، کفار آپ کو جھٹلاتے، منکرین آپ کا مذاق اڑاتے، دشمن تمسخر کے ساتھ سوال و جواب کرتے اور کسی بات کا یقین نہ کرتے، قرآن اللہ کا کلام ہے تمام شواہد کے باوجود انھوں نے اس کو کبھی نہیں مانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، یہ کبھی تسلیم نہیں کیا، اعمال کا حساب و کتاب ہوگا ان کی عقل اس حقیقت کو رد کرتی تھی، قیامت آئے گی اسے بھی وہ جھٹلانے کی کوشش کرتے، قیامت تو واقع ہوئی ہے قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر قیامت کا تذکرہ ہے با قاعدہ ایک سورت قیامت کے نام سے نازل کی گئی ہے جب قیامت قائم ہوگی اس کے وقوع سے پہلے جو ہوگا اس کو بھی قرآن کریم نے متعدد جگہ پر مختلف پیرائے میں بیان کر دیا مثال کے طور پر سورہ قیامت میں فرمایا گیا: ''پوچھتا ہے کب ہوگا دن قیامت کا، پھر جب چندھیانے لگے آنکھ اور گہہ جائے چاند اور اکٹھے ہوں سورج اور چاند'' سورہ مرسلات میں بتایا گیا: ''پھر جب تارے مٹائے جائیں اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں۔'' جب یہ سب کچھ ہوگا اور جس دن ہوگا وہی دن قیامت کا دن ہوگا قیامت کو قرآن کریم نے حاقہ، قارعہ اور واقعہ کے لفظ سے بھی تعبیر کیا ہے یہ دن آتا ہے پوری دنیا انکار کرے تب بھی اس کا وقوع ہوگا مٹھی بھر لوگ منکر ہوں تب بھی یہ سامنے آئے گا یہ دنیا فنا ہوگی، کوئی چیز باقی نہ رہے گی اور قیامت اس لیے قائم ہوگی کہ انسانوں کا حساب ہوگا، ان سے باز پرس ہوگی، پوچھا جائے گا، ایسا کیوں کیا؟ یہ کیوں نہیں کیا؟ ہر بات لکھی ہوئی موجود ہوگی، گواہ ہوں گے، شہادتیں قائم کی جائیں گی، ثبوت دیئے جائیں گے، غرض انصاف کے تمام تقاضوں کی تکمیل ہوگی۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے نہ کمی کی جائے گی، نہ اضافہ ہوگا، کمی سے مراد اچھے اعمال گھٹائے نہیں جائیں گے۔ اضافہ سے مراد برائیوں کو بڑھا چڑھا کر نہیں لکھا جائے گا۔ انصاف کا حق بھی جب ہی ادا ہو سکتا ہے جب منصف تمام تقاضوں کو پیش نظر رکھے کسی گوشے سے نظر نہ بچائے اور کسی پہلو کو نہ چھوڑے یہ تمام چیزیں تو اس دن پیش آئیں گی جس دن قیامت آنی ہے مگر بے شمار چیزیں ایسی بھی ہیں جنھیں ہم قیامت کے آثار اور علامتیں کہہ سکتے ہیں جب وہ ظاہر ہونے لگیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ قیامت کا زمانہ قریب ہے جب وہ فتنے ابھرنے لگیں گے اور سر اٹھانے لگیں گے کہ ان سے قیامت زیادہ دور نہیں رہے گی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قیامت کی لاتعداد علامتیں ادا ہوئیں ہیں اور آپ نے بے شمار آثار کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب ایسا ہوگا تو قیامت آئے گی، جب یوں ہوگا تو قیامت آئے گی۔ تنبیہ اور آگاہی کا مقصد یہ ہے کہ بندگان خدا اپنے آپ کو سدھاریں اچھے اعمال کریں، نیکیوں کے خوگر ہوں اور رب دو جہاں کی نافرمانیوں سے خود کو بچائیے بچائیں۔

اس سچائی کو اچھی طرح باور کرنے کی ضرورت ہے بلکہ یقین کر لینے کی حاجت ہے کہ دنیا کو تو شناہے یہ سدا کے لیے نہیں ہے اس کا وجود کچھ وقت کے لیے ہے اور وہ وقت ہزاروں اور لاکھوں سال کا ہے یا اب چند سال کا ہے اس کا علم اس ذات واحد کو ہے اس رب دو جہاں کو ہے جس نے اس کائنات کو بنایا سجایا اور سنوارا، وہ خالق ہے اور اسی نے اس کی عمر متعین کی ہے۔ دنیا کتنے سال زندہ رہے گی اور کتنے برس باقی رہ گئے ہیں ان سب کی واقفیت اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے اس لیے جب اس نے اس کے واقع ہونے کا تذکرہ فرمادیا تو سمجھ لیجئے ہر صورت میں واقع ہوگی اور جب اس کے رسول نے اس کی علامتیں ذکر فرمادیں تو وہ علامتیں بھی لازمی طور پر ظاہر ہوں گی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان فتنوں سے پہلے عمل کر لو جو اندھیری رات کے ٹکڑوں جیسے سیاہ ہوں گے ایک شخص سویرے مومن رہے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا، شام کو مومن رہے گا اور سویرے کافر ہو جائے گا، وہ اپنے دین کا دنیا کے سامان سے سودا کر لے گا (یعنی وہ دنیا کے لیے اپنے دین وایمان کی پرواہ نہیں کرے گا) (مسلم شریف) حضرت ابو ہریرہ سے ہی مروی ہے کہ: ''جب دین کے مال کو اپنا مال بنا لیا جائے گا اور امانت کو مال غنیمت اور زکوۃ کو تاوان اور دین کا علم دین کے علاوہ دوسرے مقصد سے حاصل کیا جائے ایک شخص اپنی بیوی کی بات مانے گا اور ماں کی بات ٹھکرا دے گا دوست کو قریب کرے گا اور باپ کو دور رکھے گا، مسجد میں شور ہوگا قبیلہ کا پیشوا بدکردار شخص ہو جائے گا، اور قوم کا لیڈر سب سے بزدل شخص ہو جائے گا ایک شخص کی عزت اس کی شرارت کے ڈر سے کی جائے گی اور گانے بجانے عام ہو جائیں گے شراب پی جائے گی اور امت کے بعد کے لوگ اپنے پہلے کے لوگوں کو لعنت کریں گے اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین میں دھنسائے جانے اور صورتیں بدل دیئے جانے اور دوسری نشانیوں (حوادث) کا انتظار کرنا جو برابر ایسی آئیں گی جیسے موتیوں کے ہار کا پرانا دھاگا ٹوٹ جائے تو ایک کے بعد ایک دانے برابر گرا کرتے ہیں۔'' (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ دونوں احادیث میں قیامت کی کچھ نشانیوں کا بیان ہے عالم یہ ہو جائے گا کہ صبح کو صاحب ایمان کافر ہوگا شام کو مومن کہلائے جانے والا سویرے کافر کی صف میں کھڑا ہوگا دنیا کے لیے اپنے دین کو چھوڑنے والے سامنے آئیں گے اور صرف دنیا کا حصول ان کا مقصد زندگی بن جائے گا۔ چاروں طرف دیکھئے نگاہ اٹھائیے، اطراف و جوانب پر نظر ڈالئے کیا قوم کے رہنما اور قائد وہ لوگ نہیں ہیں جو قبیلوں میں سب سے زیادہ بدکردار، بد دیانت اور بد اعمال ہیں۔ کسی کے ظلم اور شرارت کی وجہ سے اس کی عزت کی جائے گی، دفع شر کے لیے اس کی پذیرائی ہوگی، دنیا میں جو مالدار کہلاتے ہیں ان کے مال کی وجہ سے لوگ اس کے سامنے بچھے جائیں گے شراب عام ہو جائے گی، گانا بجانا کثرت سے ہوگا فتنے اس طرح سے برپا ہوں گے اور اس تسلسل کے ساتھ ابھریں گے کہ ان کا دفاع بھی مشکل ہو جائے گا، یہ کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں قیامت کی ان کے سوا اور بھی نشانیاں ہیں، جن کو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا حضرت ابو ہریرہ ہی کی روایت ہے: ''کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کر رہے تھے کہ یکا یک ایک شخص آیا اور کہا کہ قیامت کب آئے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امانت برباد کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا، اس نے کہا کہ اس کی بربادی کیسے ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نا اہلوں کو عہدے اور منصب دیئے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔'' (بخاری شریف) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک زمانہ وہ آئے گا کہ جب دین پر صبر کرنا، ہاتھ میں انگارہ لینے کے برابر ہوگا (یعنی دینداروں پر تنقیدیں ہوں گی انھیں ستایا اور رسوا کیا جائے گا) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اسلام کو جس چیز سے جھکایا جائے گا جیسے برتن جھکایا جاتا ہے وہ شراب ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اے اللہ کے رسول! یہ کیسے ہوگا جب کہ اللہ نے اس کے بارے میں بیان کر دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا نام بدل کر اسے (شراب) کو جائز کر لیں گے۔ (دارمی) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: قیامت کی نشانیوں میں ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا جہالت بڑھ جائے گی، زنا زیادہ ہو جائے گا، شراب کثرت سے پی جائے گی عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا سرپرست ایک شخص ہوگا۔'' (متفق علیہ)

کچھ چیزیں ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں، کچھ کو ہم بہت قریب سے دیکھ رہے ہیں، کچھ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں لیکن وہ بھی جلد ہمارے سامنے ہوں گی، جو زبان مبارک سے ادا ہوا وہ ضرور ہونا ہے یہ ہمارا ایمان ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی علامتیں قیامت کی اور جتنے آثار اس کے وقوع کے ذکر کئے ہیں وہ یقینی طور پر ہوں گے لازماً ہوں گے، ہمارا ذہن، ہماری فہم اور ہماری سمجھ اس کا ادراک کرے یا نہ کرے سچائیوں کا ظہور تو ہونا ہے اور پھر یہ تو وہ سچائیاں ہیں جن کو رب نے اور رسول رب نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا۔

شام کی پہاڑیوں تک پہنچ رہی ہے لبنان کی تپش

مغربی ایشیا میں ہر گزرتے دن کے ساتھ حالات خراب سے خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ 1967 میں جن علاقوں پر اسرائیل نے عربوں کی زمین پر قبضہ کیا تھا ان میں ایک اہم علاقہ جو کئی اعتبار سے وسائل کے ساتھ ساتھ مسائل سے بھی بھرا ہوا ہے۔ وہ ہے جولان کی پہاڑیاں۔ یہ پہاڑیاں سرسبز شاداب علاقہ ہے۔ جنگی اعتبار سے اہم ہیں، اونچائی پر ہونے کی وجہ سے کسی بھی فوج کے لیے بالادستی قائم ہونا میدان جنگ میں اس کو دیتا ہے۔ اس وقت 1967 میں مغربی اقوام کے ساتھ مل کر اسرائیل نے شام کے اس خوبصورت علاقے کو اپنے قبضہ میں لے لیا تھا اور بعد میں تمام تر بین الاقوامی قوانین، اقوام متحدہ کے قراردادوں اور عدالتی احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے اسرائیل نے اس خوبصورت علاقے کو اپنی مملکت کا حصہ بنا لیا تھا اور اب وہ اس علاقے کو اپنا حصہ قرار دیتا ہے۔ پانی سے مالا مال اس ہریالی علاقے کے وسائل کو اپنے ریگستانی علاقوں کو زراعت کے لائق بنانے کے لیے استعمال کر رہا ہے اس جنگ میں اسرائیل اپنی بالادستی کو بروئے کار لاتے ہوئے قرب و جوار کے علاقوں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔

خاص طور پر جولان کی پہاڑیوں سے وہ لبنان کے علاقوں پر اپنی نظر رکھے ہوئے ہے۔ مگر گزشتہ دنوں حزب اللہ نے ڈرون سے فوٹیج حاصل کی ہیں اور اسرائیل کو باور کرا دیا ہے کہ وہ کسی خوش فہمی کا شکار نہ رہے۔ حزب اللہ کی نظر اسرائیل کی اصلی مملکت کے علاوہ اس علاقے پر بھی ہے جو اس نے شام سے چھینے تھے۔ یعنی جولان پہاڑیوں پر بھی ہے۔ یہ اپنے آپ میں نفسیاتی جنگ کا حربہ ہے اور اسرائیل کو اندیشوں میں ڈالنے، صدمات سے دوچار کرنے کی ایک سعی ہے۔ 2006 سے ہی حزب اللہ اور اسرائیل میں اگرچہ کوئی براہ راست جنگ نہیں ہوئی ہے مگر دونوں فریق ایک دوسرے کو کمزور ثابت کرنے اور اپنی بالادستی کا اظہار کرنے کے لیے ایسے اقدامات کرتے رہتے ہیں جو اس پورے خطے کو بوائلنگ پوائنٹ بنائے ہوئے ہیں۔ لبنان جو کہ مغربی ایشیا کا ایک اہم خانہ جنگی کا شکار اور حساس ملک ہے اور اسرائیل کے ساتھ ایران، فلسطین اور عربوں کے رشتوں میں لبنان کی سیاسی صورت حال کلیدی رول ادا کرتی ہے۔ مسئلہ فلسطین کا جب بھی ذکر آتا ہے تو شام کے ساتھ ساتھ لبنان کی صورت حال بھی اس کے دائرے میں آتے ہیں۔ فلسطینیوں کی جدوجہد کو اس خطے کی اندرونی حالات سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ 1981-82 میں صابرہ شطیلا کیمپوں میں فلسطینی پناہ گزینوں کو جس بربریت کے ساتھ اسرائیلی اور لبنان میں اس کے ہمنوا اور حلیفوں نے موت کے گھاٹ اتارا تھا اتنی طویل تاریخ گزرنے کے باوجود ابھی تک یہ سانحہ حساس طبقات اور ماہرین ومبصرین کی یادداشت میں محفوظ ہیں۔ 1970 اور 1980 میں لبنان میں خانہ جنگی کا جب بھی مطالعہ کیا جائے گا اس میں فلسطینیوں کی جدوجہد اور فلسطینیوں کی حامی اور مخالف گروپوں کے درمیان قتل عام کا تذکرہ بھی ہوگا۔ یہی وہ عنوانات ہیں جو لبنان کی بدترین خانہ جنگی سے عبارت ہیں اور آج جس طریقے سے اسرائیل پورے خطے کو آگ میں جھونک رہا ہے اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ 50 سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود اس کے طور طریقوں اور حکمت عملی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ اس کے مقاصد وہی توسیع پسندانہ اور جنگی حکمت عملی ہے۔ وہ اپنے ناپاک ارادوں پر عمل آوری کے لیے ہر قانونی اور غیر قانونی طریقہ اپناتا ہے۔ وہ ہتھیاروں کی زبان سمجھتا ہے اور اسی کو اپناتا ہے۔ آج لبنان میں وہی صورت حال دہرائی جا رہی ہے۔ (بقیہ صفحہ آئندہ)

Scanned with CamScanner

مسلمان اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی گزاریں

مولانا اسرار الحق قاسمیؒ

اس وقت یوں تو ہر قوم اور ہر طبقہ بے پناہ مسائل میں گھرا ہوا ہے لیکن ملت اسلامیہ دیگر اقوام وملل کے مقابلے میں زیادہ مسائل میں گھری ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مسلمان صرف کسی ایک ملک میں مسائل سے دوچار نہیں ہیں بلکہ تقریباً تمام ملکوں میں وہ مسائل کے شکار ہیں۔ جب کہ مسلمانوں کو دیگر تمام اقوام وملل کے مقابلے میں مسائل میں کم گرفتار ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ جس دین کے ماننے والے ہیں، وہ مسائل سے نجات پانے کے لئے بہترین اور جامع تعلیمات پیش کرتا ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں اپنے ماننے والوں کی بہترین رہنمائی کرتا ہے، وہ ایسے اصول بتاتا ہے جس پر چل کر انسان کی کامیابی دوجہاں میں یقینی ہے۔ مگر اس کے باوجود ہمیں نظر آتا ہے کہ دنیا میں مسلمان پریشانی سے دوچار ہیں، ذلت ورسوائی کا سامنا کر رہے ہیں۔ دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے ماننے والے تو ہیں لیکن اسلامی تعلیمات پر بہت سے مسلمانوں کا عمل نہیں ہے۔ ظاہری بات ہے کہ جب وہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے تو زندگی کے مختلف شعبوں میں انہیں کامیابی کیسے ملے گی؟ یہی وہ راز ہے جس کے سبب مسلمان پریشانی سے دوچار ہیں، مسائل میں گھرے ہوئے ہیں، زوال پذیر ہیں، عام طور سے ایسا نظر آ رہا ہے کہ جس طرح دیگر طبقات واقوام زندگی گزار رہے ہیں، اسی طرح مسلمان بھی زندگی گزار رہے ہیں، مثال کے طور پر دور حاضر میں مادی ترقی کو ترقی سمجھا جا رہا ہے تو مسلمان بھی مادیت کے حصول کو ترقی خیال کر رہے ہیں، اس لئے سارا زور اپنی معاشیات کے استحکام میں لگائے ہوئے ہیں۔ معاشیات پر ساری توجہ دینے کی وجہ سے زندگی غیر متوازن ہو کر رہ گئی ہے، زندگی کے دوسرے شعبے جیسے اخلاق، معاشرت، تہذیب، تعلیم، دین ومذہب، اقدار سے یا تو آج کے انسان کا رشتہ بالکل کمزور سا ہو گیا ہے یا پھر برائے نام رہ گیا ہے۔ دراصل معاشیات کو زندگی کا مطمح نظر سمجھ لینے کے باعث آج کے انسان کا سارا جھکاؤ مادیت کی طرف ہو گیا اور اس کی توجہ زندگی کے دیگر شعبوں وتقاضوں سے ہٹ گئی۔

یہ افسوسناک بات ہے کہ دولت کمانے کے لیے جائز و ناجائز طریقوں کے درمیان کوئی فرق ہی محسوس نہیں کیا جا رہا ہے، نہ سودی لین دین کا خیال کیا جا رہا ہے، نہ جھوٹ بولنے سے پرہیز کیا جا رہا ہے، نہ عہد ووعدہ کا پاس کیا جا رہا ہے، بس آج کل تو دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ جیسے بھی ہو، لوگ پیسہ کمانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس صورت حال نے انسان کو انسانی تقاضوں کے احساس سے محروم کر دیا۔ یہاں تک کہ انسانی زندگی کے وہ شعبے جن کا تعلق خالص خدمت خلق سے تھا، ان کو بھی دولت کمانے کا ذریعہ بنا لیا گیا۔ مثلاً تعلیم جو انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہے اور جس کے ذریعہ نہ صرف انسان کو زندگی گزارنے کی روشنی حاصل ہوتی ہے، بلکہ اس کے واسطے سے انسان کی خفیہ صلاحیتوں کو بھی جلا ملتی ہے، اُسے بھی ایک صنعت بنا لیا گیا۔ چنانچہ آج تعلیم کے ذریعہ موٹی موٹی رقمیں کمائی جا رہی ہیں۔ جب کہ چند صدیوں قبل تعلیم برائے تجارت نہ تھی بلکہ برائے خدمت تھی، جو لوگ تعلیم حاصل کرتے وہ اپنے اوپر انسانی خدمت کو ضروری سمجھتے، وہ علوم کے پہاڑ جو بچوں کو تعلیم دیتے یہاں تک کہ انہیں مختلف علوم وفنون کا ماہر بنا دیتے، انہیں ریاضی میں کمال درجہ تک پہنچا دیتے، انہیں ماہر نفسیات بنا دیتے، انہیں وقت کا عظیم مفکر، مدبر اور مجتہد بنا دیتے اور یہ سب کچھ وہ بغیر فیس وصول کیے کرتے۔ اس طرح تعلیم دینے کا نتیجہ یہ سامنے آتا کہ فارغ التحصیل طلباء جب مختلف موضوعات کے ماہر بن کر میدان عمل میں جاتے تو وہ بھی اسی خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہو کر کام کرتے اور اپنی پوری زندگی اسی کے لیے وقف کر دیتے تھے، دولت کے حصول کا خیال بھی ان کے ذہن میں نہ آتا تھا۔ لیکن آج وہ طلباء جو موٹی رقمیں خرچ کر کے ریاضی، سائنس، ٹکنالوجی، تاریخ، نفسیات وغیرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، وہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد بڑے پیمانہ پر ان کے ذریعہ دولت کمانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہی حال دور جدید میں طب کا بھی ہوا ہے کہ طب کے پیشہ کو پورے طور پر معاش کمانے کا ذریعہ بنا لیا گیا۔ وہ طلباء جو امراض کی تربیت حاصل کرنے کے لیے کالجوں و یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں، ان کے اذہان میں پہلے سے ہی یہ بات ہوتی ہے کہ وہ ڈاکٹر بننے کے بعد اپنا کلینک بنائیں گے، جہاں خوب پیسہ کمائیں گے، چونکہ ان کی یا ان کے والدین کی نگاہوں میں ڈاکٹری محض ایک معاشی پیشہ ہے اس لیے وہ اس تعلیم پر موٹی رقمیں بھی خرچ کرتے ہیں۔ ایم بی بی ایس یا ایم ڈی وغیرہ میں داخلوں کے لیے طلباء بے چین وبے قرار نظر آتے ہیں اور ایک اشارے پر لاکھوں روپے خرچ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ معاش تک اس کو محدود کرنے ہی کا نتیجہ ہے کہ بیشتر ڈاکٹروں کو مریضوں سے انسانی ہمدردی نظر نہیں آتی، بس ان کی نظر تو مریض کی جیب پر ہوتی ہے۔ چنانچہ پرائیویٹ اسپتالوں یا کلینکوں میں مریض کے پہنچنے کے ساتھ ہی مختلف قسم کی فیسیں اور چارجز بتا دیئے جاتے ہیں، اگر مریض اتنے روپے خرچ کرنے کی استطاعت رکھتا ہے تو اس کا علاج کیا جاتا ہے ورنہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا جاتا، چاہے وہ موت وحیات کی کشمکش میں ہی کیوں نہ مبتلا ہو۔ اس حد تک ڈاکٹروں کے مادیت پسند ہونے اور خدمت خلق کے جذبے سے محروم ہونے کی وجہ سے گردوں اور دیگر اعضائے انسانی کی چوری کی وارداتیں بھی وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں۔ اگرچہ بعض اچھے مخلص ڈاکٹروں کی موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا تاہم ان کی تعداد ایک فیصد بھی نہیں ہے۔

ایسے حالات میں ملت اسلامیہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے تباہ ہوتی ہوئی انسانیت کو بچانے میں اہم کردار ادا کرے، ملت اسلامیہ کے افراد کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے موثر وعملی اقدام اٹھا کر انسانیت کا بہترین نمونہ پیش کرنا چاہئے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کو صرف معاشیات تک محدود نہ رکھیں بلکہ ان کی زندگی روحانیت اور زندگی کے دیگر شعبوں کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو، معاش سے صرف ان کا تعلق ضروریات کی حد تک ہو، جب بھی وہ کسب معاش کے لیے نکلیں تو وہ حلال وحرام کے فرق کو ملحوظ رکھیں، یہی ان کا دین سکھاتا ہے، اپنی تجارت کے درمیان ایفائے عہد پر قائم رہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سچا امانت دار تاجر، قیامت کے دن صدیقین اور شہدا کے ساتھ اٹھایا جائے گا'' (ترندی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرنے کے بعد مسلمانوں کا کاروبار بدعنوانی اور جرائم سے پاک ہوگا اور ان کی کمائی میں حرام کا شائبہ تک نہ ہوگا جس کا پورا اجر انہیں قیامت کے دن تو ملے گا ہی لیکن دنیا میں بھی انہیں اس کے بہترین نتائج نظر آئیں گے، ان کا معاشرہ بہترین اوصاف کا حامل ہوگا اور ان کے ذریعہ انسانی تقاضوں کی تکمیل بھی ہوگی۔ معاشیات کو ایک حد تک محدود رکھنے کے بعد مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے معبود حقیقی کی عبادت اور اس کی حمد وتسبیح بیان کرنے میں لگ جائیں اور جس مقصد کے لیے انہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے، اس کی تکمیل پر اپنی خصوصی توجہ مبذول کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور آپ کی احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی صرف تجارت تک محدود نہیں ہے، بلکہ اللہ کی عبادت اور اس کی حمد وتسبیح بیان کرنا بھی انسانی زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔ خالق کی عبادت، بہترین معاملات، اعلی اخلاق، انسانی تہذیب واقدار جیسے شعبوں کا لحاظ کر کے اگر ملت اسلامیہ کے افراد پر اپنی زندگی گزاریں تو ان کی زندگی نہ صرف ان کے لیے بہترین ہوگی بلکہ دیگر اقوام بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گی اور اپنے مسائل سے خلاصی پانے کے لیے انہیں بھی مسلمانوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ مسلمان خوش قسمت ہیں کہ ان کے پاس وہ دین ہے جو ہر موڑ پر ان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، اسلام کی روشنی سے دیگر اقوام ناآشنا ہیں۔ وہ دین پر چل کر اپنے مسائل سے نجات پا سکتے ہیں۔

بقیہ: شام کی پہاڑیوں تک پھونچ رہی ہے ....

اسرائیل کی فوجوں نے جنوب مشرقی لبنان میں حزب اللہ کے ایک دفاعی نظام کو نقصان پہنچایا اور ایک سینئر فوجی ماہر یاسر نمر قرنابش کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یاسر نمر ایک دور اندیش ماہر فوجی تھے اور حزب اللہ کے کمانڈر حسن نصر اللہ کے باڈی گارڈ تھے۔ مگر اب ان ماہرانہ صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان سے دیگر اہم اور حساس فوجی خدمات حاصل کی جا رہی تھیں۔ جنرل نمر ہتھیاروں کی منتقل میں اہم رول ادا کر رہے تھے اور 7 اکتوبر کے بعد سے وہ بہت سرگرم تھے۔ خیال رہے کہ یہ کارروائی ان معنوں میں کافی اہمیت کا حامل ہے کہ اب تک جنوبی لبنان ہی اسرائیل کی کارروائیوں کا مرکز تھا اب اسرائیل نے جنوب مشرقی علاقوں میں کارروائی کرنی شروع کر دی ہے اور ایک ایسے درمیانہ درجے کے فوجی یاسر نمر کو ہلاک کر میں کامیابی حاصل کی ہے جو کہ ہتھیاروں کی منتقلی اور سپلائی کی دیکھ ریکھ کرتا تھا۔

ظاہر ہے کہ حزب اللہ اسرائیل کی تخریبی کارروائیوں کو نظر انداز نہیں کرے گا۔ حزب اللہ لگاتار کئی دہائیوں سے اسرائیل کے لیے ایک بڑا چیلنج بنا ہوا ہے اور لگاتار نہ صرف لبنان میں بلکہ قرب وجوار کے ان تمام علاقوں میں صہیونی طاقت سے مقابلہ کر رہا ہے۔ یمن، عراق، غزہ، شام میں حزب اللہ کی حمایت یافتہ فوجی اور خفیہ اطلاعات فراہم کرانے والی ایجنسیاں انتہائی سرگرمی سے کام کر رہی ہیں اور اسرائیل کو اندازہ ہے کہ جس طرح 2006 میں لبنان سے اسرائیل کو انخلا کے لیے مجبور کیا تھا وہ طاقت کوئی اور نہیں وہ حزب اللہ کی تھی۔ جیسا کہ قارئین کو باور کرایا گیا ہے کہ 2006 میں وادی شیبا سے ایران کی حمایت یافتہ حزب اللہ نے اسرائیل کو بوریا بستر سمیٹ کر بھاگنے کے لیے مجبور کیا تھا۔ مگر آج ایک بار پھر اسرائیل اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے قرب وجوار کے عرب اور مسلم ممالک کے علاقوں پر کارروائی کر رہا ہے اور اس کو جو کچھ بھی مزاحمت مل رہی ہے وہ حزب اللہ اور اس کی تعاون سے سرگرم ہونے والے جنگی گروپوں سے ہی مل رہی ہے۔ غزہ میں اسرائیل غیر معمولی تباہی مچا کر اپنے مشن کو تقریباً مکمل کر چکا ہے وہ فلسطینیوں کی ایک بڑی نسل کو لقمہ اجل بنا چکا ہے۔ اس نے اپنی دانست میں غزہ کے فلسطینیوں ارباب اقتدار اور نظام حکومت کی کمر توڑ دی ہے۔ غزہ کو کھنڈر بنانے کے بعد اس نے مغربی ایشیا کے ان علاقوں اور ملکوں کی طرف توجہ دینی شروع کی ہے جو اس کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ اس میں لبنان، شام اور یمن کے علاوہ بحر احمر اور بحر اسود کے سمندر میں سرگرم طاقتیں بھی شامل ہیں۔ اب لبنان کی طرف اس کی پوری توجہ ہے جبکہ یوروپی ممالک بطور خاص فرانس اور امریکہ کوشش کر رہے ہیں کہ اسرائیل اور حزب اللہ کے درمیان کوئی جنگ نہ چھڑے کیونکہ اس کا نتیجہ وہ نہیں ہوگا جو کہ غزہ اور مغربی کنارہ میں نظر آ رہا ہے۔ لبنان یا شام میں کوئی بھی کارروائی اسرائیل کے لیے ایک بڑا خطرہ ثابت ہو سکتی ہے۔ (ماخوذ)

بقیہ: نیا قانون بنانے میں ....

اس مسودہ کو قانون کی شکل دے کر نافذ نہیں کیا جا سکا اور اسے 6 اکتوبر 1860 کو منظوری ملی۔ یہ قانون یکم جنوری 1862 کو نافذ ہوا۔ اس طرح اس مسودے کے تیار ہونے میں تقریباً ڈیڑھ صدی کا وقت لگ گیا۔ ایک صدی میں یہ مسودہ انتہائی محنت اور نہایت احتیاط کے ساتھ تیار کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس قانون کی مختلف دفعات کو جب جب عدالت کے روبرو چیلنج کیا گیا تو وہ انصاف کی کسوٹی پر پوری اتریں اور چند دفعات کے علاوہ جنہیں وقت، نظائر عدالت اور حالات کے مطابق بدلنا پڑا یا اس میں نئی دفعات کو شامل کرنا پڑا، باقی دفعات تاہنوز اپنی اصل شکل میں موجود رہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ بنیادی طور پر اس کا ڈرافٹ ایک ایسے شخص نے یعنی میکالے نے تیار کیا جس کی دلچسپی زیادہ تر سیاست اور ادب میں تھی مگر اس کے باوجود تعزیرات ہند کا شمار آج بھی اعلیٰ درجہ کی classics میں ہوتا ہے۔ بھارتیہ نیائے سنہتا، جو یکم جولائی، 2024 سے نافذ ہوگئی ہے، وہ دراصل مجموعہ تعزیرات بھارت، 1860 کا نقش ثانی ہے۔ وہ ہمارے ججز اور ناقد، ماہرین قانون اور تمام اسٹاک ہولڈرس کے لیے بہترین قانونی غذائے تنقید ہے جیسے مبینہ طور پر بل پر بھرپور بحث نہ ہونا، قانون کی اہمیت اور تکنیکی نوعیت کے باوجود سلیکٹ کمیٹی کے پاس نہ بھیجنا، حزب اختلاف کو اعتماد میں نہ لینا۔ دراصل یہ ایک قانونی ایشو ہے، نہ کہ سیاسی معاملہ۔ اس لیے مفاد عامہ کے مدنظر پارلیمنٹ میں اس کی خوبیوں اور خامیوں کی بابت متعلقہ قانونی نکتوں اور پیچیدگیوں پر بامعنی بحث ہو سکتی ہے اور اگر پارلیمنٹ اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اس میں سے کچھ دفعات حذف کی جائیں، کچھ میں ترمیم کی جائے اور کچھ نئی دفعات شامل کی جائیں تو عقبی کارروائی کی جا سکتی ہے۔

Scanned with CamScanner

پارلیمنٹ میں مسلم نمائندگی کا جائزہ

معصوم مرادآبادی

اٹھارہویں لوک سبھا کے ممبران کی حلف برداری کے ساتھ نئی پارلیمنٹ میں گہما گہمی شروع ہوگئی ہے۔ حالانکہ اس بار منظرنامہ بدلا ہوا ہے لیکن حکمراں بی جے پی اپنا پرانا ایجنڈا ہی نافذ کرنے میں لگی ہوئی ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ نئی لوک سبھا کا آغاز ایک سرکردہ مسلم ممبر پارلیمنٹ کو نشانہ بنانے کے ساتھ ہوا ہے۔ لوک سبھا میں مسلمانوں کی سب سے مضبوط آواز سمجھے جانے والے بیرسٹر اسدالدین اویسی کی حلف برداری کے دوران 'جے فلسطین' کہنے کو اتنا بڑا جرم قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے کہ بات ان کی لوک سبھا رکنیت کے خاتمہ کے مطالبہ تک جا پہنچی ہے۔ گزشتہ دس برس کے دوران پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی آواز کو دبانے کی جو کوششیں ہوئی ہیں، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مسلم مسائل سے پہلوتہی اور مسلمانوں کو حاشیہ پر پہنچانے کی کوششیں عروج پر ہیں۔ یہ کوششیں اس حد تک کارگر ہوئی ہیں کہ جن مسلمانوں کی آبادی ملک میں 14 فیصد ہے، لوک سبھا میں ان کی نمائندگی چار فیصد تک رہ گئی ہے۔

اگر آپ اٹھارہویں لوک سبھا میں مسلم نمائندگی کا جائزہ لیں تو کوئی اطمینان بخش تصویر نہیں ابھرتی۔ اس بار 543 لوک سبھا نشستوں میں 24 مسلم امیدوار کامیاب ہوکر پارلیمنٹ پہنچے ہیں۔ حالانکہ یہ تعداد سترہویں لوک سبھا کے مقابلے میں زیادہ مایوس کن نہیں ہے کیونکہ پچھلی بار 26 مسلم امیدوار ہی کامیاب ہوئے تھے۔ اس طرح اس بار دو ارکان کی کمی ہوئی ہے، لیکن اگر آپ مجموعی صورتحال کا جائزہ لیں تو پائیں گے کہ یہ تعداد مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے کافی مایوس کن ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق ملک میں مسلم آبادی کا تناسب 14 فیصد ہے، لیکن لوک سبھا کے 543 ممبران میں مسلمانوں کی حالیہ کامیابی تقریباً چار فیصد ہے۔ اس بار مختلف سیاسی جماعتوں کے ٹکٹ پر پورے ملک میں 78 مسلم امیدوار میدان میں تھے اوران میں سب سے زیادہ مسلم امیدوار بہوجن سماج پارٹی کی سربراہ مایاوتی نے کھڑے کئے تھے جن کی تعداد 32 تھی، لیکن قسمت دیکھئے کہ ان کا کوئی ایک بھی امیدوار اٹھارہویں لوک سبھا میں نہیں پہنچ سکا۔ مسلمان ہی نہیں کسی دوسرے فرقہ کا بھی کوئی بی ایس پی امیدوار نہیں جیت سکا۔ اپنی ناکامی کا ٹھیکرا انھوں نے حسب عادت مسلمانوں کے سر یہ کہتے ہوئے پھوڑا ہے کہ مناسب نمائندگی دینے کے باوجود مسلمانوں نے ان کا ساتھ نہیں دیا، لہٰذا مستقبل میں وہ سوچ سمجھ کر ہی مسلمانوں کو ٹکٹ دیں گی۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ انھوں نے اپنی ناکامی کے لیے مسلمانوں کو موردالزام قرار دیا ہے، اس سے قبل کے انتخابات میں بھی وہ یہی کرچکی ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ مسلم ووٹوں کو تقسیم کرنے کے لیے زیادہ مسلم امیدواروں کو ٹکٹ دیتی ہیں۔ عوام ان کی اس چال کو سمجھ چکے ہیں، اس لیے انھیں ووٹ نہیں دیتے۔

حالیہ پارلیمانی الیکشن میں سب سے زیادہ مسلم امیدوار کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے ہیں، جن کی تعداد سات ہے۔ اس کے بعد پانچ امیدوار مغربی بنگال سے ترنمول کانگریس کے ٹکٹ پر چنے گئے ہیں جبکہ اترپردیش سے سماجوادی پارٹی کے ٹکٹ پر چار مسلم امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔ تیسرا نمبر انڈین یونین مسلم لیگ کا ہے جس کے تین مسلم امیدوار کیرل سے منتخب ہوئے ہیں۔ نیشنل کانفرنس کے ٹکٹ پر دو اور آل انڈیا مجلس اتحادالمسلمین کے ٹکٹ پر ایک امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس بار دو آزاد مسلم امیدواروں نے بھی کامیابی درج کرائی ہے، جن کا تعلق ریاست جموں وکشمیر سے ہے۔ کامیاب 24 مسلم امیدواروں میں 21 کا تعلق انڈیا اتحاد سے ہے۔ بی جے پی نے اس مرتبہ صرف ایک مسلم امیدوار کو کیرل سے میدان میں اتارا تھا جس کی ضمانت ضبط ہوگئی ہے۔ سب سے زیادہ مسلم امیدوار مغربی بنگال سے کامیاب ہوئے ہیں، جن کی تعداد پانچ ہے۔

کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والے مسلم امیدواروں میں طارق انور بہار کی اپنی روایتی سیٹ کٹیہار سے کامیاب ہوئے ہیں۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی بار اسی سیٹ سے کامیاب ہوچکے ہیں۔ دوسرے رکن شفیع پرامبل ہیں جو کیرل کے وڈاکارہ حلقے سے پہلی بار چنے گئے ہیں۔ سہارنپور سے عمران مسعود کو پہلی بار کامیابی ملی ہے، جو سینئر پارلیمنٹرین قاضی رشید مسعود مرحوم کے بھتیجے ہیں۔ لکشدیپ سے اس بار سابق مرکزی وزیر پی ایم سعید مرحوم کے بیٹے حمداللہ سعید نے کامیابی کا پرچم لہرایا ہے۔ وہ اس سے قبل بھی یہاں سے منتخب ہوچکے ہیں۔ آسام کے دھوبری حلقہ سے کانگریس امیدوار رقیب الحسن نے عطر کے تاجر بدرالدین اجمل کو دس لاکھ سے زیادہ ووٹوں سے شکست دی ہے، جو پورے ملک میں سب سے بڑی شکست ہے۔ بہار کے کشن گنج سے محمد جاوید نے اپنی سیٹ برقرار رکھی ہے۔ مغربی بنگال کی مالدہ سیٹ سے عیسیٰ خاں چودھری نے کامیابی حاصل کی ہے، جو سابق مرکزی وزیر غنی خاں چودھری مرحوم کے قریبی عزیز ہیں۔

مغربی بنگال میں ترنمول کانگریس کے ٹکٹ پر کامیابی حاصل کرنے والے سب سے اہم امیدوار سابق کرکٹ کھلاڑی یوسف پٹھان ہیں، جنھوں نے بہرام پور سے کانگریس صدر ادھیر رنجن چودھری کو شکست دی ہے۔ ان کے علاوہ جنگی پورہ سے خلیل الرحمٰن اور مرشدآباد سے ابوطاہر خاں جیتے ہیں۔ ابوطاہر خاں نے سی پی ایم کے سینئر لیڈر محمد سلیم کو ایک لاکھ سے زیادہ ووٹوں سے شکست دی ہے۔ ترنمول کانگریس کی چوتھی امیدوار ساجدہ احمد ہیں جنھوں نے اولوبیرا سے کامیابی حاصل کی ہے۔ وہ سابق مرکزی وزیر اور سینئر ترنمول لیڈر مرحوم سلطان احمد کی بیوہ ہیں اور اس سے قبل بھی لوک سبھا کی ممبر رہ چکی ہیں۔ ترنمول کانگریس کے پانچویں کامیاب امیدوار نورالحسن ہیں۔

اترپردیش سے سماجوادی پارٹی کے ٹکٹ پر جو چار مسلم امیدوار کامیاب ہوئے ہیں، ان میں غازی پور سے افضال انصاری، رامپور سے مولانا محبّ اللہ ندوی، کیرانہ سے اقراء حسن اور سنبھل سے ضیاءالرحمٰن برق شامل ہیں۔ افضال انصاری اس سے قبل بی ایس پی کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے۔ مولانا محبّ اللہ ندوی پہلی بار لوک سبھا کے لیے چنے گئے ہیں، وہ پارلیمنٹ کی مسجد کے امام ہیں اور یہ پہلا موقع ہے کہ کسی مسجد کے امام نے لوک سبھا الیکشن میں کامیابی حاصل کی ہے۔ مغربی یوپی کے کیرانہ حلقہ سے کامیابی حاصل کرنے والی اقراء حسن نے انگلینڈ سے تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ لوک سبھا کے لیے منتخب ہونے والی اپنے خاندان کی چوتھی رکن ہیں۔ ان سے پہلے ان کے دادا چودھری اختر حسن، والد منور حسن، والدہ تبسم حسن لوک سبھا کے رکن رہ چکے ہیں جبکہ ان کے بھائی ناہید حسن یوپی اسمبلی کے رکن ہیں۔

سنبھل سے کامیاب ہونے والے نوجوان ممبر ضیاءالرحمٰن برق، ڈاکٹر شفیق الرحمٰن برق مرحوم کے پوتے ہیں۔ اس سے قبل وہ کندرکی حلقہ سے ممبر اسمبلی تھے۔ کیرل سے انڈین یونین مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونے والے تین امیدواروں میں ای ٹی محمد بشیر، عبدالصمد صمدانی اور کے نواز کنی شامل ہیں۔ کشمیر سے نیشنل کانفرنس کے کامیاب امیدواروں میں میاں الطاف احمد اور آغا سید روح اللہ مہدی شامل ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس مرتبہ سابق وزیراعلیٰ عمر عبداللہ آزاد امیدوار انجینئر شیخ عبدالرشید کے ہاتھوں دو لاکھ سے زیادہ ووٹوں سے شکست کھا گئے ہیں۔ لداخ میں بھی آزاد امیدوار محمد حنیفہ نے کامیابی حاصل کی ہے۔ مجلس اتحادالمسلمین کے صدر بیرسٹر اسدالدین اویسی نے ایک بار پھر حیدرآباد سے کامیابی کا پرچم لہرایا ہے، جن کی بے باکی اور بے خوفی کے خلاف بی جے پی ارکان نے آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہے۔

(بقیہ صفحہ اول)

6- بورڈ کی مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ فلسطین کا مسئلہ ایک انسانی مسئلہ ہے، جہاں اسرائیل کی شکل میں ایک غاصب قوت ملک کے اصل باشندوں کو جلاوطن کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس نے جبر وظلم کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے ہیں۔ وہ مسلسل نسل کشی اور وحشیانہ مظالم کا ارتکاب کررہا ہے۔ اس جنگ کی ابتداء 7 اکتوبر 2023 سے نہیں، بلکہ جون 1967 سے ہوئی ہے، جب اسرائیل کسی قانونی جواز کے بغیر پورے فلسطین، مغربی کنارہ، غزہ اور مسلمانوں کی مقدس مسجد "مسجد اقصیٰ" پر بھی قابض ہوگیا تھا- اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل بارہا فیصلہ کرچکی ہے کہ اسرائیل مقبوضہ علاقوں کو خالی کردے، مگر امریکہ اور برطانیہ جیسی استعماری طاقتوں کی شہہ پر اسرائیل نے اب تک اس پر عمل نہیں کیا۔ یہ اجلاس اسرائیل اور اس کی پشت پناہی کرنے والی عالمی طاقتوں کی سخت مذمت کرتا ہے، ان مسلم ملکوں کی بھی جنھوں نے فلسطینیوں کو بچانے کے لئے مدد کا ہاتھ نہیں بڑھایا اور حد درجہ بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے ظلم پر خاموشی اختیار کرنے کو ترجیح دی۔ یہ اجلاس حکومت ہند سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ گاندھی جی سے لے کر اٹل بہاری واجپائی اور بعد کی حکومتوں میں بھی ہمیشہ ہندوستان نے فلسطینی کاز کی حمایت کی ہے۔ حکومت ہند کو اپنے اسی دیرینہ موقف پر قائم رہنا چاہیے، کیونکہ فلسطینیوں کی لڑائی اپنے ملک کی آزادی کی لڑائی ہے نہ کہ کسی دوسرے ملک پر قبضہ کی اور اپنے آپ پر ظلم کو روکنے کی جدوجہد ہے نہ کہ دوسروں پر ظلم کے لئے۔ یہ اجلاس غزہ کے مردوخواتین، بچوں، بزرگوں اور نوجوانوں کے عزم واستقلال، پامردی وشجاعت اور صبر استقامت کے جذبوں کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ اجلاس دنیا کے بیشتر ملکوں اور خود ہمارے ملک میں عام انسانوں نے ہزاروں کی تعداد میں سڑکوں پر نکل کر فلسطینیوں بالخصوص غزہ کے مظلومین کی حمایت میں جس انسانی ہمدردی کا مظاہرہ پیش کیا ہے، اس کی ستائش کرتا ہے۔ یہ اجلاس عالم اسلام سے بھی یہ اپیل کرتا ہے کہ وہ مشکل وقت میں جرائت کا مظاہرہ کرے اور مظلوم فلسطینی بھائیوں کی ہر طرح سے مدد کرے، کیوں کہ وہ حق کی لڑائی لڑ رہے ہیں اور حق کا ساتھ انسانی فریضہ ہے اور اسلامی فریضہ بھی۔

7- اللہ تعالی نے مسلمانوں کو خیرامت بنایا ہے اور ان کو دنیا میں انصاف قائم کرنے کے لئے بھیجا ہے، لیکن افسوس کہ خود مسلم معاشرہ طرح طرح کی برائیوں میں ملوث ہے اور مختلف طبقات کے ساتھ خاص کر بوڑھے والدین اور خواتین کے ساتھ ظلم وزیادتی کے کثرت سے واقعات سامنے آرہے ہیں۔ خاص کر نکاح کو مشکل بنادینے کی وجہ سے سماج میں طرح طرح کی برائیاں پنپ رہی ہیں- اس لئے یہ اجلاس تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ نکاح جیسی مقدس تقریب کو آسان بنائیں، سنت کے مطابق نکاح کی تقریب رکھیں، لڑکی والوں سے کسی بھی قسم کا مالی مطالبہ نہ کریں، کیونکہ یہ شریعت میں ناجائز اور حرام ہے۔ یہ اجلاس ملک کے تمام باشندوں سے بھی اپیل کرتا ہے کہ وہ جہیز اور بیجا رسوم رواج کو معاشرہ سے ختم کرکے ایک مثالی معاشرہ بنائیں۔

8- یہ اجلاس تمام مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عائلی اور سماجی معاملات میں احکام شریعت کے پابند رہیں، شوہر و بیوی اور رشتہ دار کے درمیان کوئی نزاع پیدا ہوجائے تو دارالقضاء سے ہی رجوع کریں، اور قرآن وحدیث اور اسلامی شریعت کے مطابق کوئی فیصلہ ہوتو اسے خوش دلی سے قبول کرتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہوں۔ اسی میں آخرت کی کامیابی اور دنیا کی بھلائی بھی ہے- دارالقضاء کے ذریعہ کم وقت اور کم خرچ میں انصاف حاصل ہوسکے گا۔ علماء اور ائمہ مساجد سے بھی اپیل کی جاتی ہے کہ وہ بورڈ کے نکاح نامہ کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے پر توجہ دیں۔

9- یہ اجلاس مسلم خواتین سے بھی اپیل کرتا ہے کہ وہ معاشرہ کی اصلاح میں اہم رول ادا کریں، خاص کر طلاق کے واقعات کو کم کرنے، بیٹے اور بہو کے درمیان تعلقات کو خوشگوار بنانے، غیر شرعی رسوم رواج کو روکنے، بیٹوں کو حق میراث دلانے اور نئی نسل کی دینی تربیت کرنے میں؛ سماج اور خاندان کی اصلاح میں وہ ایک مثالی کردار ادا کریں۔

Scanned with CamScanner

طب وصحت

تبخیر معدہ یا گیس پرابلم

حکیم آصف

معدے میں جب غذا پڑی رہتی ہے اور ہضم نہیں ہوتی تو اس کے اندر ایک طرح کا تغیر رونما ہوتا ہے اس کی چند مثالیں دے رہا ہوں کہ آپ کا طرز زندگی شاید بدل جائے: 1- گھر کا گندھا ہوا آٹا ایک مخصوص مدت تک پڑا رہے تو پھول جاتا ہے۔ جسے خمیرہ آٹا کہتے ہیں۔ اس کا ذائقہ بدل جاتا ہے اور کھانے کے قابل نہیں رہتا۔ 2- گرمیوں میں بند کمرے میں یا بند برتن میں سالن زیادہ دیر تک پڑا رہے تو سڑ جاتا ہے، اس کے اندر بدبو پیدا ہوجاتی ہے اور کیمیکل ری ایکشن ہوجاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سالن کے اندر خود بخود ایک ابال پیدا ہوجاتا ہے اور چکھنے سے تھوڑا کھٹا محسوس ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کھانے میں دو چیزیں اضافی پیدا ہوگئیں ہیں۔ جو یہ ہیں: 1- ہوا یعنی گیس 2- کھٹا پن یا ترشی یا تیزابیت۔

ان دو مثالوں کو مدنظر رکھ کر آپ سمجھیں کہ یہ برتن جس کے اندر غذا پڑی ہوئی ہے وہ آپکا معدہ ہے۔ اسی طرح جب معدے کے پٹھے اسکا فعل ہم نے خود خراب کردیا ہو تو معدے کی کمزوری کی وجہ سے غذا زیادہ دیر تک معدے میں پڑی رہتی ہے اور ہضم نہیں ہوتی۔ اس کے اندر بھی بدبو اور ہوا پیدا ہوجاتی ہے۔ اس عمل کو تبخیر، گیس، ریح یا تیزابیت کہتے ہیں۔ اب اگر آپ فرض کریں یہ معدے کے اندر پڑی ہوئی غذا جس کے اندر بدبو بھی ہے، اور تیزابی خراب مادہ بھی ہے یہ ہضم ہوجاتی ہے جلد یا بدیر تو کیا ہوگا؟ تھوڑا غور فرمالیں۔

اس سے اچھی قسم کا خون نہیں بنے گا۔ اور اگر بن بھی گیا تو اس ناقص اور ردی خون سے عضلات، شریانیں، پٹھے، گردے، مثانہ، تمام جوڑوں کے نظام میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے اور اس کے نتائج بڑے بھیانک اور خطرناک ہوسکتے ہیں۔ اس کے باعث، سینے یا پیٹ کی جلن، معدے کا ورم، معدے کے زخم یا السر، دل کی دھڑکن کا بڑھ جانا، پیٹ میں درد، شوگر، دل کی شریانوں کا تنگ ہوجانا، مختلف قسم کے وسوسے، جلدی تھک جانا، جوڑوں کی دردیں، سستی، اعصابی کمزوری، مثانے کی کمزوری، قطرہ قطرہ پیشاب آنا، نیند نہ آنے کا مسئلہ، سرعت انزال، جلدی بڑھاپے کے آثار وغیرہ شامل ہیں۔

غذا کے زیادہ دیر معدے میں پڑے رہنے کی وجہ سے اسکی غذائیت ختم ہوجاتی ہے۔ یعنی آپ نے صرف اپنا پیٹ بھرا ہے۔ غذا کے اندر موجود وٹامن، فولاد اور کیلشیم وغیرہ مناسب طور پر جسم میں جذب نہیں ہوتے اور جب جذب نہیں ہوتے تو جسم میں کمزوری پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے، جسم کے اندر کا "ڈاکٹر" جب خود بیمار پڑ جائے تو وہ بیماریوں کو جسم میں پیدا ہونے سے بچا نہیں پائیگا۔ جسم کی مدافعتی طاقت ختم ہوکر رہ جائے گی۔

اس کا علاج کیسے کیا جائے؟ اگر معاملہ زیادہ نہ بگڑا ہو تو کسی دوا کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا علاج آپ کے اپنے پاس ہے۔ اس کے لئے صرف چند احتیاطیں کرلیں، کچھ چیزیں چھوڑ دیں آپ خود بخود تندرست ہوجائیں گے۔ وہ تدابیر میں نیچے دے رہا ہوں آپ عمل کرنے کی طرف آئیں:

ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کھانے سے کچھ وقت پہلے پانی پی لیا کرتے تھے یا کبھی کبھار درمیان میں نوش فرماتے تھے۔ کھانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی پانی نہیں پیتے تھے۔ اس سے ہوتا کیا ہے؟ ہمارا معدہ ایک بڑے تندور کی طرح کام کرتا ہے۔ اس کے اندر کی فضا بہت گرم ہوتی ہے۔ جب ہم غذا کھاتے ہیں تو معدہ مزید تپ جاتا ہے تاکہ غذا ہضم ہوجائے اور ہم کیا کرتے ہیں اس تپے ہوئے تندور کو تباہ کرڈالتے ہیں۔ اس حالت میں نارمل پانی بھی نقصاندہ ہوتا ہے اور ہم ٹھنڈا پانی یا کولڈ ڈرنک غٹا غٹ معدے میں انڈھیل لیتے ہیں۔ کھانا کھانے یا کوئی بھی چیز کھانے کے کم از کم ایک گھنٹہ تک پانی نہ پئیں۔ کھانا کھانے کے بعد ہلکی پھلکی چہل قدمی ضرور کریں۔ اگر ٹائم نہیں ہے تو 10 یا 15 بیٹھکیں نکال لیں۔

کولڈ ڈرنک اپنی عادت نہ بنائیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی زندگی پیسے دے کر تباہ کرڈالیں۔ یہ ایک ایسا زہر ہے جو معدے کے کانٹے برباد کردیتا ہے۔ معدہ بیکار اور ہڈیاں بھربھری کردیتا ہے۔ پٹھے کمزور کرتا ہے، گردے ناکارہ کرڈالتا ہے۔

رات کا کھانا سونے سے کم از کم 3 گھنٹے پہلے کھایا جائے۔ کھانا کھانے کے فوری بعد ہمبستری نہ کی جائے۔ کم از کم 3 گھنٹے کا وقفہ کرکے بیوی کے قریب جائیں۔ رات کے کھانے کے بعد کم از کم آدھ گھنٹے کی چہل قدمی کریں۔ تھوڑا سا "گڑ" کھانے کے بعد اپنی زندگی کا معمول بنالیں۔ اس میں بہتر ہے زیادہ سفید گڑ نہ لیا جائے کیوں کہ اس کے اندر کیمیکل ہوتا ہے۔ اچھا گڑ وہی ہے جو تھوڑا گہرے رنگ کا ہو۔

زندہ رہنے کے لئے کھائیں۔ نہ کہ کھانے کے لئے زندہ رہیں۔ پیٹ زیادہ نہ بھریں۔ ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو دنیا کی سب سے بڑی حکمت ہے کہ پیٹ کے چار حصے کریں۔ ایک حصہ پانی کے لئے، دو حصے کھانے کے لئے اور ایک حصہ ہوا کے لئے چھوڑا جائے۔ جو کوئی بھی اس پر عمل کرے گا کبھی بیمار نہیں ہوگا۔

کھانا ذائقہ لے کر کھائیں۔ خوب چبا چبا کر کھائیں، منہ کا لعاب ایک بہترین دوائی ہے جو ساتھ ساتھ غذا میں شامل ہوتی رہتی ہے اور کھانا ہضم ہوجاتا ہے۔ سنت کے مطابق کھائیں زیادہ ماڈرن مت بنیں چمچہ کانٹا اپنی زندگی سے نکال دیں۔ اور سب سے بہتر دوا کھانے کے بعد پانی نہ پینا اور ہاتھ کی انگلیاں چاٹنا ہے۔ ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو میڈیکل سائنس نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ہمارے ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں میں ایک ایسا مادہ ہوتا ہے جو ہاضمے کے فعل کو ٹھیک رکھتا ہے اور غذا جسم کا حصہ بنتی ہے۔ انگلیاں چاٹنے کو اپنا معمول بنائیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

مسلم پولیس اہلکار کو داڑھی رکھنے کا حق حاصل: مدراس ہائی کورٹ

مدراس ہائی کورٹ نے ایک تاریخی فیصلہ سنایا ہے۔ عدالت نے ایک مسلم پولیس آفیسر کو داڑھی رکھنے کیلئے دی گئی سزا پر روک لگاتے ہوئے کہا کہ مسلم پولیس افسران کو ڈاڑھی رکھنے کا حق حاصل ہے۔ مدراس ہائیکورٹ نے کہا کہ ہندوستان مختلف مذاہب اور رسم ورواج کا ملک ہے اور سبھی کو اپنے اپنے مذہب کی پیروی کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہائی کورٹ نے مزید کہا کہ محکمہ پولیس میں سخت ڈسپلن کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی مسلم افسر کو داڑھی رکھنے کی پاداش میں سزا دی جائے۔ مسلم پولیس افسر عبدالقادر ابراہیم کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے مدراس ہائیکورٹ کے جسٹس ایل وکٹوریا گوری کی بنچ نے کہا کہ محکمہ پولیس میں بھی مسلم افسر کو اپنے مذہب کی پیروی کرتے ہوئے داڑھی رکھنے کا حق حاصل ہے۔ مسلمانوں میں اسے سنت عمل کہا جاتا ہے۔

'نیتی آیوگ' کی نئی ٹیم تشکیل

نیتی آیوگ کی نئی ٹیم تشکیل دے دی گئی ہے جس میں امت شاہ اور راجناتھ سنگھ کے علاوہ شیوراج سنگھ چوہان کا نام بھی شامل ہے۔ مرکزی حکومت کے ذریعہ تشکیل دی گئی اس نئی ٹیم کے چیئرمین وزیراعظم نریندر مودی ہوں گے، جبکہ ڈپٹی چیئرمین سمن بیری کو بنایا گیا ہے۔ اس نئی ٹیم میں 4 فُل ٹائم یعنی کُل وقتی اراکین شامل کیے گئے ہیں۔ ان کے نام ہیں وی کے سارسوت، پروفیسر رمیش چند، ڈاکٹر وی کے پال اور اروند ورمانی۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ چیئرمین، ڈپٹی چیئرمین اور چاروں کُل وقتی اراکین نیتی آیوگ کی گزشتہ ٹیم کا بھی حصہ تھے۔ نئی ٹیم میں خصوصی مدعو اراکین کے طور پر این ڈی اے میں شامل کچھ پارٹیوں کے لیڈران کو شامل کیا گیا ہے۔ نیتی آیوگ کی اس ٹیم میں ایکس آفیشیو (ازروئے عہدہ) اراکین کے طور پر مرکزی وزیر دفاع راجناتھ سنگھ، مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ، مرکزی وزیر زراعت شیوراج سنگھ چوہان اور مرکزی وزیر مالیات نرملا سیتارمن کو جگہ ملی ہے۔ علاوہ ازیں خصوصی مدعو اراکین کے طور پر مرکزی وزیر برائے سڑک ٹرانسپورٹ نتن گڈکری، مرکزی وزیر صحت جے پی نڈا، مرکزی وزیر برائے بھاری صنعت ایچ ڈی کمارسوامی اور ایم ایس ایم ای وزیر جیتن رام مانجھی کو جگہ دی گئی ہے۔

سپریم کورٹ کے حکم کو آر بی آئی نے کیا نافذ، قرض داروں کو راحت

سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کو ریزرو بینک آف انڈیا (آر بی آئی) نے نافذ کرنے کا اعلان کردیا ہے۔ اس فیصلے سے قرضداروں کو بڑی راحت ملنے والی ہے۔ دراصل معاملہ بینک سے لیے جانے والے قرض کا ہے، اور اب ڈیفالٹر یا فراڈ کے طور پر قرضدار کو بند کرنے سے پہلے بینکوں کو انھیں اپنی بات رکھنے کا موقع دینا پڑے گا۔ گزشتہ سال سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ فطری انصاف کے اصولوں کو توجہ میں رکھتے ہوئے آڈٹ رپورٹ کے نتیجہ کو قرضداروں کو سمجھانے کا موقع دیا جانا چاہیے۔ بینکنگ ماہرین کے مطابق پرائیویٹ سیکٹر کے بینک 90 دنوں کے کولنگ پیریڈ کے بعد قرض داروں کے خلاف براہ راست تیزی کے ساتھ قدم اٹھاتے ہیں۔ کئی بار یہ دیکھنے کو ملا ہے کہ بینکوں کی جلد بازی زیادتی کا سبب بن گئی۔ اسی وجہ سے ملک کی سب سے بڑی عدالت نے گزشتہ سال آر بی آئی کو اصولوں میں تبدیلی لانے کا حکم دیا تھا۔

راجیہ سبھا میں کم ہوئی بی جے پی کی طاقت

گزشتہ چند سالوں میں پہلی بار راجیہ سبھا میں بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے ارکان کی تعداد 90 سے نیچے آ گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا خالی عہدوں کو پر کرنے کے لیے ہونے والے ضمنی انتخابات کے بعد بی جے پی اور اس کی حلیف جماعتیں حالیہ نقصان کی تلافی کرسکیں گی؟ دراصل، بی جے پی کی قیادت والی نیشنل ڈیموکریٹک الائنس (این ڈی اے) کو بہار، مہاراشٹر اور آسام میں دو دو اور ہریانہ، مدھیہ پردیش، راجستھان اور تریپورہ میں ایک ایک سیٹ جیتنے کی توقع ہے۔ حکومت کی جانب سے ابھی چار نئے ارکان کی نامزدگی باقی ہے۔ عام طور پر نامزد ارکان حکمران جماعت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تاہم وہ خود کو کسی بھی پارٹی سے منسلک کرنے یا نہ کرنے کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔ وہ روایتی طور پر حکومت کے ایجنڈے کی حمایت کرتے ہیں جو انہیں نامزد کرتی ہے۔ اس وقت راجیہ سبھا میں ارکان کی کل تعداد 226 ہے۔ ان میں بی جے پی کے 86، کانگریس کے 26 اور ترنمول کانگریس کے 13 ارکان شامل ہیں۔ فی الحال راجیہ سبھا میں 19 عہدے خالی ہیں۔

کالج کینٹین میں صرف صحت بخش غذائیں دستیاب کرائی جائیں: یو جی سی

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (یو جی سی) نے ملک بھر کی یونیورسٹیوں اور ملحقہ کالجوں کے نام 15 جولائی کو جاری کردہ گائیڈ لائن میں صاف طور پر کہا ہے کہ اب کالج کینٹین کے ذریعہ سے صرف صحت بخش غذائیں دستیاب کرائی جائیں گی۔ گائیڈ لائن میں لکھا گیا ہے کہ "جیسا کہ آپ جانتے ہیں، نیشنل ایڈووکیسی ان پبلک انٹریسٹ (این اے پی آئی) تغذیہ پر ایک قومی تھنک ٹینک ہے جس میں وبا سائنس، انسانی تغذیہ، کمیونٹی تغذیہ وعلاجِ اطفال، طبی تعلیم، انتظامیہ، سماجی امور ومینجمنٹ میں خودمختار ماہر شامل ہیں۔ بڑھتے موٹاپے، ذیابیطس اور دیگر غیر متعدی امراض (این سی ڈی) پر فکر، جنرل این سی ڈی (2017-2022) کی روک تھام اور کنٹرول کے لیے قومی کثیر شعبہ ورک پلان (این ایم اے پی) کی فوری عمل آوری کے لیے این اے پی نے تعلیمی اداروں میں غیر صحت بخش کھانے کی فروخت پر روک لگانے اور کینٹین میں صحت بخش کھانے کے متبادل کو فروغ دینے کی گزارش کی ہے۔" یو جی سی کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سلسلے میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کو پہلے بھی 10 نومبر 2016 اور 21 اگست 2018 میں ایڈوائزری جاری کی جاچکی ہے۔ اس سلسلے میں اداروں کو ایک بار پھر سے متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی کینٹین میں غیر صحت بخش غذا کی فروخت پر روک لگائیں اور صرف صحت بخش غذا ہی دستیاب کرائے جائیں۔ ایسا کرکے ہم غیر متعدی امراض کی لگاتار بڑھ رہی وبا پر روک لگانے میں اہل ہوسکیں گے۔

Volume:64/74, Issue: 27 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61 Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

درد کی کائنات میں مجھ سے بھی روشنی رہی
ویسے میری بساط کیا ایک دیا بجھا ہوا
(پیرزادہ قاسم)

جمہوریت میں اپوزیشن کا کردار

محمد حنیف خان

نئی حکومت سازی کے بعد پارلیمنٹ کی کارروائی نے اپوزیشن کی اہمیت کو واضح کردیا ہے،اس کے ساتھ ہی سیاسی طاقت کی اہمیت بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے۔اپوزیشن لیڈر راہل گاندھی شکریے کی تحریک پر جس طرح سے بولے ہیں اور جو جو باتیں جس انداز میں کہی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیاسی طور پر مضبوط ہونے کے کیا معنی ہیں۔

یہ وہی راہل گاندھی ہیں جن کو وزیراعظم اور وزیر داخلہ خاص طور پر نشانہ بنایا کرتے تھے، ریلیوں سے لے کر پارلیمنٹ تک کہیں ان کو اہمیت نہیں دینا چاہتے تھے مگر اب جب راہل گاندھی سیاسی سطح پر مضبوط ہوئے اور اپوزیشن لیڈر بنے تو وزیراعظم اور وزیر داخلہ دونوں کو اسپیکر سے تحفظ کا مطالبہ کرنا پڑا کیونکہ راہل گاندھی نے بڑے دوٹوک انداز میں بی جے پی اور آر ایس ایس کی نظریاتی اور عملیاتی قلعی کھولی اور ملک کو بتایا کہ یہ ملک میں کیا کر رہے ہیں اور کس کی آڑ لے کر کر رہے ہیں، چونکہ جمہوریت میں اپوزیشن لیڈر کی آئینی اہمیت کا ان دونوں کو اندازہ ہے اس لیے خاموشی سے سننا پڑا۔راہل گاندھی کی مدلل تقریر کی وجہ سے حکمراں پارٹی کے عہدیداران کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔اپوزیشن کے لیڈر ہونے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو وزیراعظم کبھی کسی ممبر پارلیمنٹ کی تقریر کے دوران نہیں کھڑے ہوئے اور دوبار کھڑے ہوکر اعتراض کیا،اگرچہ ایک موقع پر ان کا کھڑا ہونا خود ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگیا کیونکہ وہ راہل گاندھی کا تیر ان ہی کی جانب موڑنا چاہتے تھے مگر اس کے برعکس ہوا اور انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ وزیراعظم نریندر مودی، بی جے پی اور آر ایس ایس پورا ہندو سماج نہیں ہے اور نہ ہی ہندوؤں کے پاس ٹھیکہ ہے۔ان کی گھن گرج کے سبب ان کو سیاسی سطح پر مضبوط ہونا ہی تھا۔

جمہوریت ایک ایسا نظام حکومت ہے جس میں اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک کی اہمیت ہوتی ہے،خواہ وہ ایک عام شخص ہو یا صدر جمہوریہ، وزیراعظم ہو یا پھر اپوزیشن لیڈر جب یہ اپنے آئینی حقوق کا استعمال کرتے ہیں تو اس سے جمہوری نظام کو طاقت ملتی ہے۔مگر ہمارے یہاں کا سیاسی نظام کچھ ایسا ہے جس میں سب سے زیادہ طاقتور فرد ہی صفر بن کر رہ گیا ہے۔جمہوریت میں عوام کو سب سے اونچا درجہ حاصل ہے،اسی لیے حکومت سازی کا عمل معاشرے کے نچلے پائیدان سے شروع ہوتا ہے جبکہ نفاذ کا عمل اوپر سے نیچے کی جانب ہوتا ہے۔جمہوریت کے حقیقی محافظ جہاں عوام ہیں وہیں صدر جمہوریہ اس کا آئینی نمائندہ اور محافظ ہوتا ہے جسے عوام کی جانب سے پارلیمنٹ اور اسمبلی میں بھیجے گیے نمائندے منتخب کرتے ہیں، ہندوستان جو جمہوری طرز حکومت ہے اس میں آئینی سطح پر صدر جمہوریہ کو سب سے زیادہ اہمیت اسی بنا پر حاصل ہے کہ وہ آئین کی حفاظت کرتا ہے،اس کا تعلق خواہ کسی بھی پارٹی سے رہا ہو مگر صدر جمہوریہ جیسے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے کے بعد وہ پارٹی کی سیاست سے بالاتر ہو جاتا ہے لیکن یہاں کی جمہوریت کا ایسا اسٹرکچر اور اس کی ایسی ساخت ہے جس میں صدر جمہوریہ سب سے زیادہ طاقتور ہونے کے باوجود حکومت کے زیر دام رہتا ہے۔ایسا نہیں ہے کہ صرف موجودہ حکومت کے دور میں صدر کی یہ حیثیت ہے بلکہ شروع سے یہی حالت رہی ہے،اس لیے صدر جمہوریہ جب ایوان بالا اور ایوان زیریں کو خطاب کرتے ہیں تو اس میں نہ تو ان کی منشا شامل ہوتی ہے اور نہ ہی کسی طرح کا کوئی عمل دخل ہوتا ہے بلکہ حکومت کی جانب سے تیار کی گئی تقریر وہ ایوان میں پڑھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس تقریر میں نہ عوام ہوتے ہیں اور نہ ہی صدر جمہوریہ بلکہ اس میں صرف حکمراں پارٹی ہوتی ہے،اس کی منشا اور اس کی خواہشات کا ذکر ہوتا ہے۔اسی لیے کسی بھی صدر جمہوریہ کی کبھی ایسی تقریر نہیں ہوئی جو حکومت کی منشا کے خلاف رہی ہو، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ صدر جمہوریہ موجودہ حکومت اور اپوزیشن دونوں کو آئینہ دکھاتے اور بتاتے کہ دونوں کو اپنا کردار کس طرح ادا کرنا ہے جس سے عوام جمہوریت سے فیضیاب ہوسکیں۔گزشتہ غلطی، حکومت کی پالیسیوں کی کمیوں اور خامیوں کو اجاگر کر کے آئندہ کے لیے ایک روڈ میپ دیتے مگر ایسا نہیں ہوتا ہے کیونکہ صدر جمہوریہ کی یہ حیثیت اور اس کی تقریر یہاں کے جمہوری نظام میں علامتی بن کر رہ گئی ہے۔یہاں صرف حکمراں پارٹی کو ہی اہمیت حاصل رہی ہے اور اس کے سربراہ یعنی وزیراعظم کو سب سے زیادہ قوت حاصل رہی ہے۔جو یہاں کے سیاسی نظام کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔

جب صدر جمہوریہ دونوں ایون سے خطاب کرتا ہے تو اس کے بعد شکریے کی تحریک پیش کی جاتی ہے جس میں حکمراں پارٹی اور حزب اختلاف اس تقریر پر بحث کرتے ہیں۔یہ بحث دراصل حملہ اور دفاع کی ہوتی ہے۔ہمیشہ حزب اختلاف صدر جمہوریہ کے خطاب میں پیش کیے گیے مسائل، وژن اور خاکے کی مخالفت کرتا ہے جبکہ حکمراں پارٹی اس کا دفاع کرتی ہے، حالانکہ جمہوری نظام میں صدر جمہوریہ کی جانب سے دفاع کی کوئی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کا تعلق کسی پارٹی سے نہیں ہوتا مگر چونکہ کسی پارٹی سے تعلق نہ ہوکر بھی اس کا تعلق حکمراں پارٹی سے ہوتا ہے اور اس کی تقریر حکمراں پارٹی ہی تیار کرتی ہے اس طرح زبان صرف صدر جمہوریہ کی ہوتی ہے جبکہ باتیں حکومت کی ہوتی ہیں اس لیے دفاع کی ضرورت پڑتی ہے۔ہندوستانی سیاسی نظام میں جس اصلاح کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ یہی ہے کہ صدر جمہوریہ اور گورنروں کو حکمراں پارٹی سے آزادی دلائی جائے جب تک یہ دونوں آئینی عہدیدار اس سے آزاد نہیں ہوں گے وہ جمہوریت کی حفاظت نہیں کر سکتے کیونکہ وہ حکمراں پارٹی کے ذریعہ تیار کی گئی تقریر پڑھنے پر مجبور ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی حیثیت صفر ہو جاتی ہے اور اس خطاب کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا ہے کیونکہ یہ وہی باتیں ہوتی ہیں جو وزیراعظم اور وزیراعلیٰ کرتے یا کہتے رہتے ہیں۔یہ خطاب دراصل حکمراں پارٹی کا ہوتا ہے جسے وہ صدر جمہوریہ کی زبان سے ادا کراتی ہے۔جمہوریت میں سب سے زیادہ اہمیت اپوزیشن کی ہوتی ہے جو عوام کے حق کی لڑائی لڑتا ہے،اپوزیشن ہی حکومت کو آئینہ دکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ کیا درست اور کیا غلط کر رہی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اپوزیشن حکومت کے اکثر و بیشتر کاموں، منصوبوں اور خاکوں کی مخالفت کرتی ہے،جس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ عوام کے سامنے موجودہ حکومت کو عوام مخالف ثابت کیا جا سکے تا کہ آئندہ حصول اقتدار میں آسانی پیدا ہو لیکن یہ بھی سچ ہے کہ حکومت کی ناک میں نکیل بھی یہی اپوزیشن ڈالتا ہے جس سے وہ شتر بے مہار نہیں بن پاتی ہے۔

گزشتہ دس برسوں میں ہم سب نے دیکھا کہ پارلیمنٹ کی کارروائی کس طرح چلتی ہے، بل کیسے پیش کیے جاتے رہے اور پاس کیے جاتے رہے، پورا ملک چیختا اور چلاتا رہا مگر حکومت نے وہی کیا جو اس کی مرضی رہی، ہجومی تشدد سے لے کر منی پور تک، کالے دھن کی واپسی سے لے کر نوٹ بندی تک، مہنگائی سے لے کر بے روزگاری تک کسی بھی سطح پر کبھی کسی کی آواز نہیں سنی گئی جس کی سب سے بڑی وجہ پارلیمنٹ میں ایک مضبوط اپوزیشن کا نہ ہونا تھا، چونکہ حکومت کو معلوم تھا کہ پارلیمنٹ میں ان سے کوئی سوال کرنے والا نہیں ہے، کسی بھی منصوبے کے نفاذ میں ان کو کسی کی حمایت کی ضرورت نہیں ہے اسی لیے اس نے بے لگام ہوکر ہر کام کیا۔گزشتہ دس برسوں میں پارلیمنٹ میں کوئی اپوزیشن لیڈر بھی نہیں تھا جس کی وجہ سے مختلف کمیٹیوں کی تشکیل، متعدد اداروں کے سربراہوں کی تقرری میں بھی حکومت بالکل آزاد تھی مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔اب وزیراعظم کو اس کے لیے اپوزیشن کے لیڈر کی حمایت کی ضرورت ہوگی، وہ ان تقرریوں کی میٹنگ میں شرکت کرے گا اور اچھا برا سب اس کی نظروں کے سامنے ہوگا جس کی وجہ سے حکومت بے لگامی کے ساتھ کام نہیں کر پائے گی۔

اپوزیشن کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے حکومت کے ہر فیصلے کی مخالفت کرے، اپوزیشن کو حکومت کی مدد بھی کرنا ہے کیونکہ عوام کی اکثریت نے اسے منتخب کر کے زمام حکومت سونپی ہے، تعمیری مخالفت کی راہ اختیار ہی اپوزیشن کو عوام کی نظروں میں بہتر بنا سکتی ہے اور موقع آنے پر زمام اقتدار اس کے حوالے کر سکتی ہے، اس لیے اپوزیشن کو اس مغالطے میں بالکل نہیں رہنا چاہیے کہ وہ حکومت کے ہر عمل کی مخالفت کر کے عوام کی نظروں میں سرخ رو ہو سکتی ہے۔اپوزیشن کو ان منصوبوں، خاکوں اور نکتوں پر خصوصی توجہ رکھنا ہے جو حکومت کی ترجیحات میں صرف اس بنیاد پر رہی ہیں کہ وہ ان کی آئیڈیالوجی کے مطابق ہیں، یا اس سے سیاسی اور مالی منفعت وابستہ ہے، جس سے عوام خصوصا ملک کی اقلیتوں، قبائلیوں، دلتوں اور محروم طبقات کو زک پہنچتی رہی ہے اور وہ اس کی مخالفت کرتے رہے ہیں اس سے مذکورہ طبقات کے حقوق کا تحفظ ہوگا جس میں اپوزیشن کا سب سے اہم کردار ہوگا اور اس کی ذمہ داری بھی یہی ہے کہ وہ عوام خصوصاً مذکورہ طبقات کو مساوی حقوق مہیا کرائے۔

◯ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے،فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔
THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI
WEEK ENDING-22 /07/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421,9304022690
KMC
Scanned with CamScanner